موجودہ عالمی حالات

کے تناظر میں

اسلام اور پاکستان کا مستقبل

ڈاکٹر اسرار احمد

مکتبہ خدام القرآن لاہور

موجودہ عالمی حالات
کے تناظر میں
اسلام اور پاکستان
کا
مُستقبل

ڈاکٹر اسرار احمد

مکتبہ خُدّامُ القُرآن لاھور
36 کے، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون : 3-35869501

مرحوم ومغفور مؤسس انجمن خدام القرآن جناب ڈاکٹر اسرار احمد ﷫
کی تاحیات خواہش اور عمل کے عین مطابق، مرحوم کے قانونی جانشین تمام
حضرات کو ڈاکٹر صاحب مرحوم کی طبع شدہ تصنیفات / تالیفات، آڈیوز،
ویڈیوز کو طبع / تیار کر کے، چاہے قیمتاً ہو یا مفت، تقسیم کرنے کی کھلی اجازت
دیتے ہیں اور اس کے لیے کسی پیشگی اجازت کی ضرورت نہیں۔ ہمارا کسی
قسم کی رائلٹی یا ''محفوظ حقوق'' کا تقاضا بھی نہیں ہے، البتہ تیار کردہ مواد
(آڈیوز یا ویڈیوز) اور کتب کے چند نسخے ہمارے ریکارڈ کے لیے بھیج
دیے جائیں تو ہم ممنون ہوں گے۔ تاہم ان میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کی
مذموم کوشش مثلاً تبدیلی الفاظ، غلط اقتباس، سیاق وسباق سے الگ کر کے
جملے کا حوالہ یا اس کا ایسا استعمال جس سے ڈاکٹر صاحب مرحوم اور ہمارے
موقف کی صحیح ترجمانی نہ ہو اور جس سے ہماری عزت وشہرت پر حرف
آئے، تو ہم اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا مکمل حق رکھتے ہیں۔

نام کتاب ———— موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں
اسلام اور پاکستان کا مستقبل

طبع اول (نومبر 2013ء) ———— 2200

ناشر ———— ناظم نشر واشاعت، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مقامِ اشاعت ———— 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 35869501-3

مطبع ———— شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور

قیمت ———— 60روپے

ISBN : 978-969-606-015-4

email:publications@tanzeem.org
website:**www.tanzeem.org**

عرضِ ناشر

نائن الیون کے حادثۂ فاجعہ کے بعد عالمی سطح پر جس طرح تبدیلیاں رونما ہوئیں اور اس کے فوراً بعد امریکہ نے جس مہم جوئی کا آغاز کیا اس کے نتیجے میں عالمِ اسلام بالعموم اور وطن عزیز پاکستان کا مستقبل بالخصوص شدید خطرات سے دوچار ہوا۔ ان انتہائی خوفناک حالات میں اس امر کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ حالات وواقعات کا سنجیدہ تجزیہ کیا جائے اور پاکستان کے مستقبل کے حوالے سے ایسا ٹھوس حل تلاش کیا جائے کہ ہم اپنے ماضی سے رشتہ برقرار رکھتے ہوئے اس بھنور سے اپنی ڈوبتی ہوئی کشتی کو نکالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ چنانچہ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے اہلِ وطن کو پیش آمدہ خطرات و خدشات سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں مقدور بھر جھنجھوڑنے کی کوشش کی اور رجوع الی اللہ اور اصلاحِ احوال کی دعوت دی۔ پیش نظر کتاب اس ضمن میں محترم ڈاکٹر صاحب کے دو فکر انگیز خطابات پر مشتمل ہے۔ پہلا خطاب اتوار ۲۲/ فروری اور دوسرا اتوار ۲۹/ فروری ۲۰۰۴ء کو قرآن آڈیٹوریم لاہور میں ہوا تھا۔

پہلے خطاب ''موجودہ عالمی حالات میں اسلام کا مستقبل'' میں موجود الوقت عالمی حالات کا تجزیہ کیا گیا ہے' جس میں اوّلاً بلند ترین سطح پر دنیا کے یک قطبی (UNIPOLAR) ہو جانے کے خطرات و خدشات' ثانیاً موجودہ عالمی تہذیب و تمدن کے تین ملحدانہ' مشرکانہ اور کافرانہ غلاف' یعنی : (۱) ریاستی اور سیاسی سطح پر سیکولرزم اور انسانی حاکمیت کا اصول' (۲) معاشی میدان میں سود اور جوئے کے تانے بانے پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام' اور (۳) شرم و حیا اور عِفت و عصمت کے تصورات سے مبرا مخلوط معاشرت' آزادانہ جنسی تلذذ پرستی' بشمول ہم جنسی اختلاط' یہاں تک کہ ہم جنس شادیاں اور عورت اور مرد کے مابین کامل مساوات کے ذریعے خاندانی نظام کی تباہی سے بحث کی گئی ہے —— اور آخر میں ان سب کے پیچھے خفی اور خفیہ انداز میں یہودیوں اور عیسائیوں کے نہایت مؤثر طبقات بالخصوص WASP یعنی وائٹ

اینگلو سیکسن پروٹسٹنٹس کا مشترکہ ایجنڈا' اور مبینہ طور پر کیتھولک عیسائیوں کا پروگرام کہ فلسطین میں ایک رومن کیتھولک ریاست قائم کی جائے' ان جملہ حقائق کی نشاندہی کی گئی ہے۔

دوسرے خطاب میں وطن عزیز اور سلطنت خداداد پاکستان کے ماضی' حال اور مستقبل سے بحث کی گئی ہے اور عالمی حالات و واقعات کے تناظر میں پاکستان کے وجود کو لاحق خطرات وخدشات سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اس خطاب میں محترم ڈاکٹر صاحب نے نہ صرف پاکستان کے حقیقی مسائل کی نشاندہی کی ہے بلکہ ان کے حل کی طرف بھی راہنمائی فرمائی ہے۔

ان دونوں خطابات کو ترتیب وتسوید اور تدوین وتشکیل کے مراحل سے گزار کر اوّلاً ماہنامہ میثاق کے شمارہ اپریل ۲۰۰۴ء میں شائع کیا گیا تھا اور بعد ازاں ان دونوں کو الگ الگ کتابچوں کی صورت میں شائع کیا جاتا رہا۔ اب تک ان کتابچوں کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اب ان جڑواں کتابچوں کو یکجا کر کے آپ کی خدمت میں اس درخواست کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے کہ آپ خود بھی ان کا مطالعہ کریں اور اپنے احباب کو بھی مطالعے کی ترغیب دیں۔ اس طرح امید ہے کہ عالمی حالات کی سنگینی سے آگاہی کے ساتھ ساتھ وطن عزیز کی سلامتی کے حوالے سے آپ کو اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس ضرور ہوگا۔

ناظم نشر واشاعت

۷ نومبر ۲۰۱۳ء

(۱)

موجودہ عالمی حالات

کے پس منظر میں

اسلام کا مستقبل

ترتیب

۞ موجودہ عالمی حالات کی تین اہم سطحیں 9

۞ پہلی سطح: امریکہ سول سپریم پاور آف ارتھ 9

۞ دوسری سطح: اللہ کی بغاوت پر مبنی عالمی نظام 11

(i) سیاسی نظام 11

(ii) معاشی نظام 13

(iii) معاشرتی نظام 15

(iv) حاصل کلام 19

۞ تیسری سطح: مذہبی تصادم 23

(i) صہیونیوں کا پروگرام 24

(ii) عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے پروگرام 28

(iii) تمام عیسائیوں کا مشترک ایجنڈا 31

۞ اسلام کے نظام عدلِ اجتماعی کے قیام کے جذبے کا تاریخی پس منظر 34

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

یہ کتابچہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کا جڑواں کتابچہ ضرور پڑھ لینا چاہیے' جس کا عنوان بے شک ذرا لمبا ہے' لیکن ہے اس قدر واضح کہ خواہ مخواہ مطالب کے اندر داخل ہونے کو جی چاہتا ہے: ''پاکستان کے وجود کو لاحق خطرات و خدشات اور بچاؤ کی تدابیر''۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر پاکستان کے وجود کو خطرات و خدشات کیوں لاحق ہوئے ہیں؟ ظاہر بات ہے کہ ہمارا اندرونی مجموعی نظام بھی اس کا ذمہ دار ہے' لیکن بہت سے اسباب و وجوہ عالمی طاقتوں کی آویزش' اور سوویت یونین کی تحلیل کے بعد تو واحد سپر پاور امریکہ کی عالمی اقتدار کی ہوس کی پیداوار ہے۔

نائن الیون کے عبرت خیز واقعے کے زیر اثر امریکہ نے اپنے گریبان میں جھانکنے کی بجائے' انتقاماً پوری دنیا پر جہاں گیریت (Globalisation) کی تلوار لٹکا دی ہے۔[امریکہ کی ہوسِ ملک گیری و زرگری کو عالمگیریت (Universalism) کہنا غلط ہے' جو درحقیقت فلسفے اور ادب عالیہ کی مثبت اقدار کا مفہوم رکھنے والی اصطلاح ہے۔] جہاں گیری کی موجودہ عالمی زر پرستانہ' مادی' دنیاوی تحریک کی جڑیں بہت گہری اور شاخیں بہت طویل اور دراز ہیں۔ دنیا کا شاید ہی کوئی ملک' اور کوئی بندہ بشر اُس کی مسموم اثر انگیزی سے بچا ہوا ہو۔

ہمارے محترم ڈاکٹر صاحب نے اس جہاں گیریت اور موجودہ عالمی حالات کا (اس کتابچے میں) انتہائی باریک بینی اور دردمندی سے' انتہائی اختصار کے ساتھ' انتہائی خیال افروز تجزیہ کیا ہے۔ مبالغہ آمیز لفظ ''انتہائی'' کے استعمال کی وجہ جواز یہ کتابچہ پوری توجہ سے پڑھنے میں مضمر ہے۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب ہمارے ملک میں روزمرہ کی بول چال میں' صرف شناخت اور کہنے کے ڈاکٹر نہیں' بلکہ واقعی مرض کی صحیح تشخیص کرنے والے حکیم بھی ہیں' اس لیے اس کم بخت عالمی بیماری ''جہاں گیریت'' کے نادیدہ جراثیم کے خردبینی مطالعے کے لیے انہوں نے ماہر تشریحیات (Anatomist) کی سی باریک بینی کے ساتھ مرض کی تمام علامات اور

جوارح کی نشاندہی کی ہے۔ انہوں نے ہمیں خلاصۃً بتا دیا ہے کہ جہاں گیریت کی تین اہم سطحیں ہیں:

پہلی سطح : امریکہ، سول سپریم پاور آف ارتھ

دوسری سطح : اللہ کی بغاوت پر مبنی عالمی نظام

تیسری سطح : مذہبی تصادم

بین الاقوامی بیماری کی تشخیص کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اس کا علاج بھی تجویز کیا ہے۔ بالکل سادہ اور واحد علاج، یہ کہ اسلام کے عدل اجتماعی کا نظام قائم ہونے ہی سے انسانیت سکھ کا سانس لے سکتی ہے اور شفایاب ہو کر امن واطمینان سے رہ سکتی ہے۔ اسلامی نظام کے قیام کے جذبے کی تاریخ بھی چند پیراگرافوں میں بیان کر دی ہے، جو ہمارے ملک کے دانشوروں اور مؤرخین کو ایک بڑی تحقیقی تالیف کی دعوت دے رہی ہے۔

دونوں جڑواں کتابچوں یعنی عالمی حالات کے تجزیے، اور اس کی پس منظری روشنی میں پاکستان کے حالات کا تجزیہ، دونوں کا مطالعہ ہمیں کچھ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

سید قاسم محمود

یکم ستمبر ۲۰۰۴ء

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ...... امّا بعد:

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ (الروم)

موجودہ عالمی حالات کی تین اہم سطحیں

موضوع کے حوالے سے ہمیں سب سے پہلے یہ معین کرنا ہے کہ موجودہ عالمی حالات کیا ہیں! کوئی بھی شخص جب عالمی حالات کے بارے میں سوچتا ہے' کچھ غور کرتا ہے اور مشاہدہ کرتا ہے تو اس کے ذہن میں کچھ نہ کچھ نقشہ ضرور بنتا ہے کہ آج کل عالمی سطح پر کیا حالات ہیں۔ اس حوالے سے جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اسے میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ میرے نزدیک اس کی تین سطحیں ہیں۔

پہلی سطح: امریکہ سول سپریم پاور آف ارتھ

پہلی سطح جو سب سے نمایاں ہے اور اکثر لوگوں کے علم میں بھی ہے' اس کے بارے میں کسی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم موضوع کے اعتبار سے اس کا تذکرہ ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ موجودہ دنیا یک قُطبی عالَم (Unipolar World) بن چکی ہے اور یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ کو اس وقت روئے ارضی کی واحد سپریم طاقت (Sole Supreme Power on Earth) کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ اس کی حربی طاقت کا کوئی اندازہ ممکن نہیں ہے' اس لیے کہ وہ ہر موقع پر ایک نیا ہتھیار نکال کر لاتا ہے۔ اس کے ہاں ریسرچ مسلسل جاری ہے۔ افغانستان میں جب روسیون کے خلاف جہاد ہو رہا تھا تو دنیا نے سٹنگر میزائل پہلی مرتبہ دیکھا اور اس کا مشاہدہ کیا' اس سے پہلے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ دنیا میں ایسا میزائل بھی ہے جو سیدھے رخ پر جانے کے بجائے اپنے ہدف کا پیچھا کرتا ہے۔ پھر جب پہلی خلیجی جنگ ہوئی تو پیٹریاٹ (Patriot)

میزائل آ گیا۔ اس سے پہلے اس کا کوئی تصور نہیں تھا کہ کسی حملہ آور میزائل کو فضا میں ہی تہس نہس کرنے والا میزائل ایجاد ہو چکا ہے۔ عراق کا سکڈ میزائل ہو یا کوئی اور میزائل جو ایٹمی ہتھیار لے کر آ رہا ہو' اسے یہ پیٹریاٹ میزائل فضا ہی میں تہس نہس کر سکتا ہے۔ پھر افغان امریکہ جنگ کے اندر بہت سی نئی نئی چیزیں سامنے آئیں۔ اب لیزر گائیڈڈ بم وجود میں آ گئے ہیں جو تیس پینتیس ہزار فٹ کی بلندی سے بھی ٹھیک نشانے پر جا کر لگتے ہیں۔ اس سے پہلے تو بمباری کے لیے بمبار جہاز کو نیچے آنا پڑتا تھا' اور ظاہر بات ہے جب جہاز نیچے آتا تھا تو اس کا امکان بہرحال موجود تھا کہ وہ اینٹی ایئر کرافٹ گن کا نشانہ بن جائے' جبکہ اب اس کا سوال ہی نہیں ہے۔ اب تو یہ تقریباً پینتیس ہزار فٹ کی بلندی سے لیزر گائیڈڈ بم پھینک دیتا ہے اور وہ لیزر شعاعوں کی رہنمائی میں سیدھے نشانے پر جا کر لگتے ہیں۔ بہرحال یہ تو صرف چند مثالیں ہیں' ورنہ اس کی حربی قوت کا کوئی اندازہ ممکن نہیں ہے۔

پھر اس میں تکبّر اس درجے بڑھ چکا ہے کہ عدل و انصاف کے مسلّمہ اصولوں کی اسے نہ کوئی فکر ہے نہ لحاظ۔ اسے اب اپنے بہترین اتحادیوں کی رائے کا بھی کوئی لحاظ نہیں۔ عراق کی جنگ کے خلاف امریکہ اور یورپ کے اندر وسیع ترین سطح پر مظاہرے ہوئے لیکن اس نے انہیں پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دی۔ یو این او ساتھ چلنے کے لیے تیار نہیں ہوئی تو اس کو بھی دھکا دیا کہ بیٹھے رہو' ہم سب کچھ تنہا کرنے پر قادر ہیں۔ اس نے نئے نئے اصول بنائے ہیں۔ مثلاً pre-emptive strike کا اصول بنایا ہے کہ اگر ہمیں کسی ملک کی طرف سے ذرا سا بھی اندیشہ ہو گیا کہ وہ ہمارے لیے مستقبل میں خطرناک ثابت ہو سکتا ہے تو ہمیں حق حاصل ہے کہ اُس پر حملہ کریں' ہمارے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی ملک کی طرف سے کوئی اقدام ہو اور پھر ہم حملہ کریں۔ امریکہ اپنی حربی قوت کے اعتبار سے ایک مست ہاتھی کے مانند ہے جس کا مقابلہ کرنے کی حیثیت کسی میں نہیں ہے' نہ یورپ میں' نہ جاپان میں۔ عالمِ اسلام کا تو ذکر ہی کیا ہے! اگرچہ اس کے ردِّعمل کے طور پر دنیا کی دوسرے درجہ کی قوتیں علاقائی بنیادوں پر اتحاد قائم

کررہی ہیں کہ امریکہ کی قطعی بالادستی کو بیلنس کیا جا سکے ـــــ تاہم یہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہیں!

دوسری سطح: اللہ کی بغاوت پر مبنی عالمی نظام

دوسری حقیقت جو رفتہ رفتہ کئی صدیوں میں پروان چڑھ کر سامنے آئی ہے وہ ایک ''اجتماعی نظام'' ہے جس نے اِس وقت پورے کرۂ ارض کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اس اجتماعی نظام کی تین سطحیں ہیں۔ اسے یوں سمجھئے کہ جیسے کسی شخص کو جب ملیریا بخار چڑھتا ہے تو اسے سردی اتنی لگتی ہے کہ وہ ایک لحاف کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا لحاف اپنے اوپر اوڑھ لیتا ہے۔ تو اِس وقت درحقیقت تین لحاف ہیں جو دنیا نے اوڑھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے جو زمین کے نزدیک ترین ہے' یا یوں کہئے کہ جو پہلا لحاف ہے وہ ہے ''معاشرتی نظام'' اور سب سے اوپر ہے ''سیاسی نظام''۔

(i) سیاسی نظام

اب ان تینوں نظاموں کا جائزہ لیجئے۔ سب سے پہلے ''سیاسی نظام'' کو لیتے ہیں! پچھلی دو تین صدیوں کے اندر جو نظام پروان چڑھا' جو یورپ سے شروع ہوا اور پوری دنیا میں پھیل گیا اور آج پوری دنیا کے اندر اس کی حیثیت اصول موضوعہ اور accepted fact کی ہے وہ ہے ''سیکولرازم''۔ اور سیکولرازم کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اجتماعی معاملات میں کسی مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں' مذہب صرف انفرادی معاملے کا نام ہے اور اس میں ہر انسان آزاد ہے۔ لیکن مذہب صرف تین چیزوں پر مشتمل ہے' کوئی چوتھی چیز اس میں شامل نہیں ہے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں: (i) عقائد (Dogmas): سیکولرازم کی رو سے چاہے کوئی ایک خدا کو مانے' سو کو مانے یا کسی کو بھی نہ مانے' اسے آزادی حاصل ہے۔ (ii) عبادات کے معاملے میں بھی ہر شخص آزاد ہے' چاہے وہ ایک غیر مرئی (unseen) خدا کی عبادت کرے' یا پتھر کے بُتوں کی پرستش کرے۔ وہ پیپل کے درخت کی پرستش کرے' سانپ کی پرستش کرے' سورج' چاند اور ستاروں کی پوجا کرے' یا انسان کے

اعضائے تناسل کی پوجا کرے اُسے کھلی آزادی ہے۔اور جو بھی modes of worship اختیار کرنا چاہے اس کی اسے آزادی ہے۔ (iii) مذہب کا تیسرا حصہ سماجی رسومات (Social Customs) ہوتی ہیں۔ سیکولرازم میں اس کی بھی آزادی ہے کہ یہ رسومات اپنے مذہب کے مطابق ادا کرو۔ نکاح کے لیے چاہے ایجاب وقبول کی صورت اختیار کرو چاہے مندر میں جا کر پھیرے لگاؤ۔ اپنے مردے کو چاہے دفن کرواور چاہے نذرِ آتش کردو۔

البتہ سیاسی نظام میں' قانون سازی کے عمل میں کسی مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔ گویا انسان کی اجتماعی زندگی سے خدا کو نکال دیا گیا ہے کہ تم مسجد' مندر' سینیگاگ' چرچ' جہاں چاہو رہو' لیکن ہماری پارلیمنٹ اور ہمارے کاروباری اداروں سے تمہارا کوئی سروکار نہیں۔ ہمارے سماجی نظام سے بھی تمہارا کوئی سروکار نہیں۔ یہ ہم خود بنائیں گے' ہمیں اِس کا اختیار حاصل ہے' ہم خود حاکم ہیں' ہم عوامی حاکمیت کے اصول پر قانون سازی کریں گے۔ ہم انتخابات کرائیں گے' ان کے نتیجے میں جو بھی پارلیمنٹ' کانگریس وغیرہ ہوگی وہ اکثریت کے ساتھ قانون بنائے گی۔ وہ چاہے شراب پینے کی اجازت دے' چاہے اس پر پابندی لگا دے' اس کا اختیار ہے۔ لیکن یہ پابندی اس وجہ سے نہیں ہوگی کہ کسی مذہب میں اس پر پابندی ہے۔ وہ ہم جنسوں کی شادیوں کی اجازت دے تو اسے اختیار ہے' مرد کی مرد سے شادی اور عورت کی عورت سے شادی کے لیے وہ قانون بنا سکتے ہیں۔

گویا پورے سیاسی' اجتماعی نظام سے خدا کو بے دخل کر دیا گیا ہے کہ اس معاملے میں کسی آسمانی ہدایت کا کوئی سروکار نہیں' کسی خدائی قانون کا کوئی اعتبار نہیں' بس اس کی تلاوت کر لی جائے' اپنی اپنی مقدس کتابیں پڑھ لی جائیں' سکھ گروگرنتھ پڑھ لیں' مسلمان قرآن پڑھتے رہیں' ہندو وید' رامائین اور بھگوت گیتا پڑھتے رہیں۔ وہ بس اپنے مندروں کے اندر محدود رہیں۔ مسلمان اپنی مساجد کے اندر ماہِ رمضان میں تراویح کے دوران پورا قرآن پڑھ لیں' کوئی اعتراض نہیں' اس کا ان کو اختیار ہے' لیکن قرآن کی

شریعت واجب التنفیذ نہیں ہوگی! تو یہ نظام ہے جو آج پوری دنیا کو پورے طور سے اپنی گرفت میں لے چکا ہے۔

(ii) معاشی نظام

اس سے نیچے آئیے تو دوسرا لحاف موجود ہے اور وہ ہے معاشی نظام۔ اِس وقت پوری دنیا میں معاشی نظام interest based capitalism یعنی سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد پر قائم ہے' جس میں اصل طاقت' اصل حق سرمائے کو حاصل ہے' لیبر کو نہیں۔ اور سرمایہ از خود بھی بغیر کسی محنت کے کمائی کر سکتا ہے۔ جیسے آپ بینک میں روپیہ رکھ دیں اور سود لیتے رہیں' اس میں آپ کی محنت کو کوئی دخل نہیں ہے۔ آپ خواہ ڈاکہ ڈال کر' غبن کر کے یا کسی اور طریقے سے ایک دفعہ بینک میں قدرے بھاری سی رقم رکھ دیں تو آپ کو ہر مہینے سود ملتا رہے گا اور آپ کھاتے رہیں' آپ کو محنت کی ضرورت نہیں' کسی بھاگ دوڑ کی ضرورت نہیں۔ پھر اس کی ایک اور چھوٹی بہن آئی اور وہ ہے جوا (speculation)' جبکہ ایک تیسری بہن آئی انشورنس کے نام سے۔ انشورنس بھی اصل میں سرمایہ داری نظام کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ بالفرض آپ نے کارخانہ لگایا ہے' چاہے ماچس فیکٹری ہی کیوں نہ لگائی ہو' آپ کا اس میں دس کروڑ روپیہ لگ گیا ہے۔ اب اس ماچس فیکٹری کو زمینی و آسمانی آفات سے نقصان پہنچ سکتا ہے' مثلاً آگ لگ سکتی ہے یا سیلاب بہا کر لے جا سکتا ہے' تو اس صورت میں سرمایہ دار کا نقصان بھی ماچس کا صارف (consumer) ہی ادا کرے گا۔ یعنی مالکان اس فیکٹری کا بیمہ کرائیں گے اور انشورنس کے لیے انہیں ہر مہینے یا ہر سال جو رقم ادا کرنی پڑے گی وہ اسے اپنی ماچس کی لاگت میں ڈال دیں گے۔ لہٰذا صارف اس ماچس کی لاگت ادا کرنے کے ساتھ ساتھ کارخانے میں لگے ہوئے سرمائے کے مستقبل کی حفاظت بھی کر رہا ہے۔ تو یہ تین چیزیں مل کر ایک معاشی نظام بناتی ہیں۔

اس معاشی نظام کے خلاف کمیونزم کی شکل میں ایک بغاوت ہوئی تھی۔ کمیونزم میں سود ختم ہو گیا تھا' کیونکہ اس میں انفرادی ملکیت کا تصور ہی نہیں تھا۔ کمیونزم میں ہر چیز قوم

کی ملکیت تھی۔ آپ کام کریں اور اجرت لیں' آپ کا کھانے کا بندوبست حکومت کے ذمہ ہے۔ لیکن اس سے آگے آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ آپ کوئی جماعت بنائیں' کوئی ایجی ٹیشن کریں' اپنی اجرت بڑھانے کے لیے کوئی جدوجہد کریں' کچھ بھی نہیں۔ اس نظام میں چونکہ غیر فطری انتہا پسندی تھی اس لیے یہ زیادہ دیر تک چل نہیں سکا۔ اب اس کی موت واقع ہو چکی ہے۔ صرف یہی ایک نظام تھا جو سرمایہ دارانہ نظام کو چیلنج کر رہا تھا۔ پچھلی صدی کے وسط میں یہ سیلاب کی طرح بڑھ رہا تھا اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام اپنے گھر کے اندر کانپ رہا تھا۔ یہ بڑھتا چلا جا رہا تھا اور آدھے سے زیادہ یورپ اس کے قبضے میں آ گیا تھا' یہاں تک کہ یہ سینٹرل امریکہ میں پہنچ گیا تھا۔ کیوبا میں تو آج تک موجود ہے۔ پھر سوویت یونین کے علاوہ چین میں پہنچ گیا تھا' ہندوستان میں پہنچ گیا تھا' بنگال اور کیرالہ میں اس کی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں۔ پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہ سوویت یونین خلا کی تسخیر (conquest of the space) میں امریکہ سے بہت آگے نکل گیا تھا۔ لہٰذا امریکہ کانپ رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں امریکہ نے کروڑوں کی تعداد میں مذہبی کتابیں شائع کیں۔ مسلمانوں سے کہا گیا کہ خدا کے لیے قرآن پڑھو' دیکھو یہ کمیونزم تمہاری کتاب کے خلاف ہے۔ محمد مارمیڈوک پکتھال نے "The Glorious Quran" کے نام سے قرآن مجید کا جو ترجمہ بہت پہلے کیا تھا' انہوں نے اس کے لاکھوں نسخے شائع کر کے مفت تقسیم کیے۔ ہندوؤں کو ترغیب دی گئی کہ بھگوت گیتا پڑھو' اپنشد پڑھو۔ مجھے اُسی وقت اپنشد اور گیتا وغیرہ کے انگریزی ترجمے ملے تھے جن کا میں نے مطالعہ کیا تھا۔ ان کا اس سے یہی مقصود تھا کہ یہ مذاہب کمیونزم کے راستے میں رکاوٹ بنیں۔ پھر اس کے لیے NATO' SEATO اور CENTO جیسے ادارے بنا دیے گئے تھے' تاکہ کمیونزم کا سیلاب کسی طریقے سے رک جائے' کیونکہ یہ ان کی معیشت کے لیے تباہ کن تھا۔

امریکہ اور روس کی جنگ کوئی مذہبی جنگ نہیں تھی' اس کا مذہب سے سروکار ہی نہیں تھا۔ سوویت یونین کے راہنما بھی عیسائی تھے اور مغربی یورپ اور امریکہ کے لوگ بھی

عیسائی تھے۔ مذہبی اختلاف تو کوئی تھا ہی نہیں۔ بس اتنا ہی اختلاف تھا جتنا مسلمانوں کے مختلف مسلکوں میں ہوتا ہے کہ کچھ کیتھولک ہیں' کچھ پروٹسٹنٹس ہیں' کچھ Eastern Orthodox ہیں' کچھ Russian Orthodox ہیں اور کچھ Greek Orthodox ہیں۔ لیکن تھے تو وہ سب کرسچین ہی' سب کے سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے' سب کے سب بائبل پڑھتے تھے۔ تو مذہب کی کوئی جنگ نہیں تھی۔ پوری نصف صدی تک جو سرد جنگ چلی ہے وہ ان دو معاشی نظاموں کے مابین تھی اور بالآخر چیلنج کرنے والا نظام بیٹھ گیا اور ختم ہو گیا۔ اس کے بٹھانے میں مسلمان کا خون استعمال ہوا۔ افغانستان میں جہاد کے نام پر صرف افغانوں نے نہیں بلکہ دور دراز کے ممالک سے آنے والے جانبازوں نے اپنا خون دیا' جانیں دیں' جبکہ امریکہ نے صرف پیسہ خرچ کیا' **سٹنگر** میزائل دیے' بڑی بڑی گاڑیاں دیں' ارب ہا ارب ڈالر دیے۔ اور چونکہ وہ سب پاکستان کے ذریعے سے جا رہا تھا تو ہمارے جرنیلوں کے بھی وارے نیارے ہو گئے۔ ڈالروں سے بھرے ہوئے سوٹ کیسز وہ اپنے گھر بھی لے جاتے تھے۔ آج ان کے بیٹوں کی جو انڈسٹریز ہیں' وہ کہاں سے آ گئیں؟ یہ جرنیل تو کبھی سائیکل پر چلا کرتے تھے' ان کے پاس کار تک نہیں ہوتی تھی۔ بہرحال سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام جو پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے' یہ دوسرا الحاف ہے۔ پوری دنیا میں سود کی بنیاد پر بینکنگ سسٹم رائج ہے۔

(iii) معاشرتی نظام

اب نیچے آیئے! تیسرا الحاف ہے سماجی نظام' یہ ابھی پوری طرح نوعِ انسانی پر حاوی نہیں ہوا' البتہ مغرب میں حاوی ہو چکا ہے۔ اس کا اصول ہے آزاد جنس پرستی اور مرد و زن کی مکمل مساوات۔ یعنی آپ جس طرح چاہیں اپنی جنسی خواہش کو پورا کریں' بس دونوں طرف سے رضامندی ہونی چاہیے' جبر نہیں ہونا چاہیے۔ زنا بالجبر قانون کی خلاف ورزی شمار ہوتا ہے' لیکن زنا بالرضا سرے سے کوئی جرم نہیں۔ اس کے نتیجے میں فیملی سسٹم برباد ہو گیا' اولاد کو بھی والدین بلوغت کی قانونی عمر کے بعد گھر سے نکال دیتے ہیں'

چاہے لڑکا ہو یا لڑکی‘ کہ خود جا کر کماؤ اور کھاؤ‘ ہم پر اگر کچھ ذمہ داری تھی تو بس ایک خاص عمر تک تھی۔ ظاہر بات ہے پھر اولاد کو بھی ماں باپ کی کیا فکر ہوگی؟ چنانچہ بڑھاپے میں ماں باپ کو Old Homes میں چھوڑ آتے ہیں کہ یہاں پر کھانا پینا ملتا رہے گا‘ البتہ ہمیں دیکھنا نصیب نہیں ہوگا‘ زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گے کہ کرسمس میں آ کر آپ کو اپنی شکل دکھا دیں‘ لیکن اکثر و بیشتر والدین کرسمس کے موقع پر بھی ترستے رہ جاتے ہیں اور انہیں اپنی شکل دکھانے کے لیے کوئی نہیں آتا۔ یہ ہے سماجی نظام‘ جس میں پردے کا سوال ہی کیا‘ شرم کا سوال ہی کیا‘ عِفّت و عصمت کا سوال ہی کیا! یہ سماجی نظام آج کم از کم آدھی انسانیت پر تو مسلّط ہو چکا ہے۔ البتہ ابھی کچھ افریقہ اور زیادہ تر ایشیا میں یہ نظام کسی درجے میں سابقہ حالت میں برقرار ہے‘ اگرچہ ہر ملک کا ایلیٹ (Elite) طبقہ اس نظام کو اختیار کر چکا ہے۔ یعنی اوپر کا طبقہ بے پردگی‘ فحاشی‘ عریانی‘ آزاد جنس پرستی اختیار کر چکا ہے۔ زیادہ تر طلاقیں اسی وجہ سے ہوتی ہیں۔ جتنی شادیاں ہوتی ہیں ان میں اکثر جلد از جلد تحلیل ہو جاتی ہیں‘ طلاقیں ہو جاتی ہیں‘ خاندانی نظام چلتا ہی نہیں۔ یہ ہے تیسرا نظام۔

البتہ مشرقی ممالک میں ابھی شرم وحیا کا کچھ عنصر جو باقی ہے اور خاندانی نظام کسی حد تک برقرار ہے تو مغرب کی طرف سے ایک زبردست تحریک چل رہی ہے کہ اس کو بھی ختم کر دیا جائے‘ یہ بھی ہم جیسے ہو جائیں‘ ان میں بھی لبرل ازم اور روشن خیالی آ جائے کہ اگر میری بیوی زنا کر رہی ہے تو کیا ہے! اس کی مرضی ہے۔ میری بیٹی آوارہ ہوگئی ہے تو مجھے کیا! وہ اپنے مستقبل کو خود خراب کر رہی ہے‘ اسے شادی کے لیے مرد نہیں مل سکے گا‘ وغیرہ وغیرہ۔ یہ لبرل ازم ہے‘ روشن خیالی ہے‘ یہ عورتوں کی آزادی ہے۔ یہ کیا کہ خاندانی نظام میں بیوی‘ شوہر کے تابع ہو؟ وہ دونوں برابر ہیں! اور جب دونوں برابر ہیں تو ”میں بھی رانی تو بھی رانی‘ کون بھرے گا پانی“ کے مصداق شادی کا بندھن‘ خاندانی بندشیں اور اخلاقی جواز کا معاملہ سب کچھ بے معنی ہے۔ چنانچہ آپ کے علم میں ہوگا کہ ۱۹۹۴ء میں قاہرہ میں بہبودِ آبادی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کا ایجنڈا یہی عورت کی آزادی تھا۔

پھر ۱۹۹۵ء میں بیجنگ کانفرنس ہوئی۔ ان کانفرنسوں کا مقصد یہ تھا کہ ایشیا اور افریقہ میں اگر خاندانی نظام کا کچھ تقدّس باقی ہے' کوئی شرم وحیا اور عفت وعصمت کے تصورات باقی ہیں' خاندانی نظام کا کوئی سٹرکچر باقی ہے تو اس کو ہدف بنا کر ختم کیا جائے۔

اس کے بعد جون ۲۰۰۰ء میں بیجنگ پلس فائیو کانفرنس یونائیٹڈ نیشنز کی جنرل اسمبلی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی اور اس میں جو فیصلے ہوئے ان میں پہلے نمبر پر یہ ہے کہ prostitution (طوائفانہ زندگی) کو بھی ایک قابلِ احترام پیشہ مانا جائے گا۔ اس کے لیے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ایک مزدور بھی تو کمائی کے لیے اپنی قوتِ بازو کو استعمال کرتا ہے۔ اگر وہ کستی چلا رہا ہے' اینٹیں ڈھو رہا ہے تو آخر اپنے بازوؤں کی قوت استعمال کر رہا ہے' اسی طرح ایک عورت بھی کمائی کے لیے اپنے جسم کا ایک عضو استعمال کرتی ہے تو فرق کیا ہوا؟ دوسرے نمبر پر ہم جنس پرستی ہے' یعنی gays اور lesbians کے ہم جنسی تعلق کو بھی خلافِ فطرت نہیں' بلکہ ایک normal orientation سمجھا جائے۔ ان کے نقطہ نظر سے یہ تو مزاج کی بات ہے' کوئی اپنے مزاج کے اعتبار سے مخالف جنس سے اپنی شہوانی خواہشات کی تسکین کرتا ہے اور کوئی اپنے ہم جنس سے شہوانی خواہش پوری کر لیتا ہے تو اِن میں کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔ پھر یہ کہ عورت اور مرد بالکل برابر ہیں' ان کو وراثت میں برابر حصہ ملے گا' عورت کو بھی طلاق کا برابر حق حاصل ہوگا کہ وہ جب چاہے مرد کو طلاق دے دے' خُلع کا کوئی تصور نہیں کہ عورت کسی بالاتر ادارے کے ذریعے سے ہی خُلع حاصل کرے۔ ضروری نہیں کہ وہ پنچایت وغیرہ کو قائل کرے کہ ان اسباب کی بنا پر اب وہ اس شخص کے نکاح میں نہیں رہ سکتی' بلکہ وہ جب چاہے مرد کو طلاق دے دے۔ پھر یہ کہ گھریلو ذمہ داریوں اور تولیدی خدمات پر وہ اپنے شوہر سے اجرت طلب کر سکتی ہے' کیونکہ وہ ایک طرح سے اس کی مزدور ہے۔ وہ گھر میں رہ کر کام کر رہی ہے تو اس کو اس کی مزدوری کا صلہ ملنا چاہیے۔ اگر وہ حمل کی تکلیف گوارا کرے اور بچے کی ولادت کا دکھ اور تکلیف برداشت کرے تو اس پر بھی وہ اجرت لے سکتی ہے۔ شوہر کو اس کی بھی قیمت اور مزدوری دینی پڑے گی۔

تو یہ ہے وہ ایجنڈا جس کو سامنے لایا جا رہا ہے اور اس کو بہت خوبصورت نام دیا گیا ہے ''Social Engineering'' —— کہ ہمیں سماجی نظام کی ایک نئی تعمیر کرنی ہے۔ جیسے کسی بوسیدہ عمارت کو گرا دیا جائے تو ظاہر بات ہے کہ اب ماہرین تعمیرات چاہئیں جو نئی بلڈنگ کا نقشہ بنائیں' پھر کنٹریکٹر چاہئیں جو اس کی تعمیر نو کریں۔ تو یہ سوشل انجینئرنگ کا پروگرام ہے جو پوری دنیا کے نمایاں ترین اور اہم ترین ادارے یونائیٹڈ نیشنز کی جنرل اسمبلی نے پاس کیا ہے اور اس پر دستخط کرنے والے ممالک میں اسلامی جمہوریہ پاکستان بھی شامل ہے۔ چنانچہ اس ایجنڈے کی طرف پاکستان سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سطح پر عورتوں کو ۳۳ فیصد نمائندگی دی جا رہی ہے۔ یونین کونسل ہو' لوکل باڈیز ہوں' صوبائی اسمبلیاں ہوں' ڈسٹرکٹ بورڈز ہوں' سٹی گورنمنٹس ہوں' نیشنل پارلیمنٹ ہو یا سینٹ ہو' ہر جگہ عورتوں کو ۳۳ فیصد نمائندگی دی جانی ہے۔ اس طرح اس دوڑ میں ہم سب سے آگے نکل گئے ہیں' جبکہ پوری دنیا میں کسی سیکولر جمہوریت میں بھی ایسا نہیں ہے۔ بھارت دنیا میں سیکولر جمہوریت کا معجزہ قرار پاتا ہے' کیونکہ وہاں کے رہنے والوں کی تعداد بہت بڑی ہے اور پھر وہ ملٹی نیشنل' ملٹی ایتھنک اور ملٹی لنگوسٹک ملک ہے۔ ہم تو گن بھی نہیں سکتے جتنی زبانیں وہاں ہیں۔ ہر صوبے' ہر سٹیٹ کی اپنی زبان ہے' لیکن وہاں سیاسی نظام جمہوریت کے تحت چل رہا ہے۔ مارشل لاء کا آج تک سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ زیادہ سے زیادہ ایک یا ڈیڑھ سال کے لیے ایمرجنسی عائد کی گئی تھی اور ایمرجنسی بھی دستوری ہوتی ہے' وہ ماورائے دستور نہیں ہوتی کہ کوئی جرنیل آیا اور اُس نے دستور کو اٹھا کر پھینکا' اپنا پی سی او بنایا اور ججوں تک سے اس کا حلف لے لیا۔ بھارت جیسے ملک میں ایسا آج تک نہیں ہوا ہے' اس لیے جمہوریت کا جو سب سے اونچا لحاف ہے بھارت کو اس کا معجزہ مانا جاتا ہے۔ لیکن وہاں بھی کہیں عورتوں کی نمائندگی اس معنی میں نہیں ہے۔ ہاں عورتیں الیکشن لڑ سکتی ہیں۔ ہمارے ہاں بھی یہی نظام تھا۔ چنانچہ بیگم عابدہ حسین الیکشن لڑتی تھیں' کیونکہ وہ زمیندار ہے' جاگیردار ہے۔ اسی طرح بے نظیر بھٹو الیکشن لڑ کر آتی تھیں' لیکن عورتوں کے لیے علیحدہ

سیٹیں نہیں تھیں۔ اور پھر اِس وقت یونائیٹڈ نیشنز اور باہر کی حکومتیں NGOs کو پیسے دے رہی ہیں اور NGOs اس ملک میں نیا نظامِ تعلیم لا رہی ہیں‘ جس میں زیادہ توجہ عورتوں پر ہے تاکہ ان کے اندر یہ شعور پیدا ہو کہ ہم محکوم ہو کر کیوں رہیں!

تو یہ تیسرا معاملہ ہے جو مغرب میں تو اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے‘ یہاں تک کہ تین سال پہلے بل کلنٹن نے اپنے ایک سالانہ خطاب میں کہا تھا ”عنقریب ہماری قوم کی اکثریت حرام زادوں پر مشتمل ہو گی“۔ اُس نے حرام زادہ کے لیے bastard کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا بلکہ کہا تھا: ”born without any wed lock“ یعنی بغیر اس کے کہ عورت اور مرد کے مابین شادی کا بندھن ہو‘ اولاد ہو رہی ہے۔ اسی کو ہم حرامی کہتے ہیں۔ خود یہودی اسی معنی میں (معاذ اللہ) حضرت عیسٰی علیہ السلام کو bastard کہتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حضرت مریم سلامٌ علیہا کا یوسف نجار سے شادی کے لیے رشتہ تو ہو چکا تھا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی‘ اس سے پہلے وہ جنسی تعلق قائم کر بیٹھے جس سے یسوع مسیح کی پیدائش ہوئی۔ معاذ اللہ‘ ثم معاذ اللہ‘ نقلِ کفر کفر نباشد!

(iv) حاصلِ کلام

اب ان تینوں کو جوڑیے۔ اس وقت صورتِ واقعہ یہ ہے کہ اڑھائی لحاف تو پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لے چکے ہیں‘ تیسرا لحاف ابھی تک پورے طور پر مغرب میں تو implement ہو چکا ہے‘ لیکن اب سپریم پاور امریکہ کی پوری طاقت استعمال ہو رہی ہے کہ یہ نظام پوری دنیا میں آ جائے۔ وہ کہتے ہیں ہم ایشیا کو modernize کرنا چاہتے ہیں‘ یعنی وہاں سیکولر سیاست گہری ہو جائے۔ عرب میں شریعت کی بنیاد پر کچھ قوانین نافذ ہیں‘ ایران نے شریعت کی بنیاد پر کچھ قوانین نافذ کیے ہوئے ہیں تو یہ تو سیکولرازم کی نفی ہو گئی‘ لہٰذا ان سب کو ختم کیا جائے۔ افغانستان میں مذہب کی بنیاد پر ایک قانونی ڈھانچہ کھڑا ہو رہا تھا تو ہم نے اسے جڑ سے اکھاڑ دیا‘ اور ”Nip the evil in the bud“ کا معاملہ کیا۔ اب باقی ساری قوتیں پوری دنیا میں بھی اسی نظام کو لانے پر صرف ہوں گی۔

ان تین لحاظوں کا میں اب ایک نتیجہ نکال رہا ہوں۔نوٹ کیجئے کہ مذہب کے خلاف اتنی بڑی بغاوت آج تک نہیں ہوئی۔اس سے پہلے زیادہ سے زیادہ گمراہی کیا تھی! تصور یہ تھا کہ ایک بڑا خدا تو ہے' اس میں تو کوئی شک ہے ہی نہیں' البتہ اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے خدا بھی ہیں جو اس کے معاون ہیں' اس کے پیارے اور لاڈلے ہیں' اس کے بیٹے یا بیٹیاں ہیں' لہٰذا ان کی شفاعت (intercession) سے ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا۔ چنانچہ ان کی مورتیاں بنا کر پوجو' ان کی ڈنڈوت کرو' عزت کرو' چڑھاوے چڑھاؤ تاکہ یہ بڑے خدا کے ہاں ہمارے شفیع ہو جائیں۔قرآن مجید میں مشرکوں کا قول نقل ہوا ہے: ﴿هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ﴾ (یونس:۱۸) ''وہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے''۔تو خدا کا انکار کہیں نہیں تھا۔آپ کو معلوم ہے یورپ میں دو ہی تہذیبیں تھیں جو'تہذیب' کے نام پر ابھری ہیں' ایک یونانی تہذیب اور دوسری رومی تہذیب۔ اور دونوں میں God (جو بڑی "G" سے لکھا جاتا تھا) ایک ہی تھا' جس کی تین صفات یہ تھیں کہ وہ omniscient' omnipotent اور omnipresent ہے۔یعنی وہ ﴿بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ہے' ﴿عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ہے' اور ﴿هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ﴾ ''وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو''۔اسی طرح انڈیا میں'مہادیو' ایک ہے' البتہ دیویاں اور دیوتا بے شمار ہیں۔لیکن وہ مہادیو کے ہم پلہ تو نہیں سمجھے جاتے۔ رومی اور یونانی تہذیب کے gods and godesses بھی اس بڑے God کے ہم پلّہ نہیں تھے۔جیسے ہم کہتے ہیں ﴿لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ ''کوئی بھی اس کا ہم پلّہ اور مدمقابل نہیں ہے''۔عرب میں ''اللہ'' ایک ہی تھا' البتہ آلِهَة بہت سے تھے۔لیکن آج دنیا میں جو یہ بغاوت ہوئی ہے کہ خدا کو اجتماعی زندگی سے بے دخل کر دیا گیا ہے کہ جاؤ مسجد' سینیگاگ' چرچ وغیرہ میں رہو' لوگ وہاں آ کر تمہاری پوجا کریں گے' اس کے علاوہ نہ ہمارے گھر میں تمہارا عمل دخل ہوگا' نہ ہماری مارکیٹوں اور بینک میں کہیں تم داخل ہو سکتے ہو' نہ ہماری سیاست اور ریاست میں' نہ پارلیمنٹ میں' نہ سینٹ میں اور نہ ہماری عدالت میں۔اس پر قرآن مجید کے یہ الفاظ صادق آتے ہیں: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ

﴿وَالْبَحْرِ﴾ ''بحر و بر میں فساد رونما ہو گیا ہے''۔ ویسے تو اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اس نظام کے آنے کے بعد ہی پچھلی صدی میں دنیا میں دو عظیم ترین عالمی جنگیں ہوئیں جن میں کروڑوں انسان قتل ہوئے۔ یہ ''پہلی عالمی جنگ'' اور ''دوسری عالمی جنگ'' کے نام سے جانی جاتی ہیں' لیکن اس سے قطع نظر فساد سے درحقیقت مراد ہے اللہ کے خلاف بغاوت۔ جیسے کہ سورۃ البقرۃ میں منافقین کے بارے میں کہا گیا ہے:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔''

اصل میں منافقین کا موقف یہ تھا کہ بھئی قریش سے کیوں جنگ مول لے رہے ہو؟ تمہاری مت ماری گئی ہے' ایک دیو کے ساتھ ٹکرانا چاہتے ہو؟ صلح وصفائی سے کام لو۔ دشمن کو مارنا بھی ہے تو گڑ دے کر مارو! وہ جنگ کے خلاف تھے' کیونکہ اس میں جان جانے کا اندیشہ ہے' نیز مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔ ان کے اس طرزِ عمل کو فساد فی الارض کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا حکم کچھ اور ہے اور یہ کچھ اور کہہ رہے ہیں' اپنی ڈفلی بجا رہے ہیں۔ اللہ اور اُس کے رسول کے خلاف تم بات کرو گے تو یہ فساد ہے۔ آج پوری دنیا اس فساد کی گرفت میں ہے۔ اور یہ فساد کیوں برپا ہوا ہے؟ اسی آیت میں آگے فرمایا گیا ہے: ﴿بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ﴾ ''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے''۔ انسان نے خود یہ نظام بنائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزادی دی ہے کہ تم خود مختار ہو' جو کرو گے تم خود بھگتو گے اور تمہاری آنے والی نسلیں بھگتیں گی۔ عذابِ الٰہی آئے گا تو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پسے گا' البتہ ہماری طرف سے تمہیں آزادی ہے' ہم زبردستی تمہیں روکیں گے نہیں کہ اس راستے پر مت جاؤ۔ اس لیے کہ زبردستی ہو تو پھر جزا اور سزا کا ہے کی؟ انسان کو تو اختیار دیا گیا ہے کہ ﴿اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③﴾ (الدھر) ''چاہے تو وہ شکر گزار رہے اور چاہے تو کفر کرے''۔ ایک اور جگہ فرمایا: ﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (الکھف: ۲۹) ''پس جو

چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے''۔ہم نے تمہیں اپنی پسند وناپسند کا اختیار دیا ہے۔ تو یہ درحقیقت تمہارے ہاتھوں کے کرتوتوں کے نتیجے میں ہوا۔ آگے فرمایا: ﴿لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں مزہ چکھائے ان کے کچھ اعمال کا''۔سارے اعمال کا مزہ تو وہ آخرت میں چکھائے گا' جہنم میں لوگ موت مانگیں گے کہ کاش موت آ جائے لیکن موت نہیں آئے گی ﴿ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ⑬﴾ (الاعلیٰ) ''پھر اس (جہنم) میں نہ وہ مرے گا نہ جئے گا''۔تو اصل اور پوری سزا تو تمہیں وہاں ملے گی' البتہ تمہارے کرتوتوں کی کچھ سزا ہم یہیں دے دیں گے۔اور اس سزا کی بھی ایک حکمت ہے۔فرمایا: ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۝﴾ ''شاید کہ یہ لوٹ آئیں''۔شاید کہ ٹھوکر کھا کر سنبھل جائیں۔شاید کہ عذابِ الٰہی کے جھنجوڑنے سے یہ جاگ جائیں۔

میری گفتگو کا اب تک کا حاصل یہ ہے کہ یہ جو ہمارا Globe ہے اس پر تین لحاف چڑھے ہوئے ہیں۔شرم وحیا اور عفت وعصمت تار تار ہے۔سود' جوا اور انشورنس کی بنیاد پر سرمایہ دارانہ نظام قائم ہے اور سیکولر نظامِ حکومت ہے۔اور اس کی چوٹی پر امریکہ بیٹھا ہوا ہے۔بائبل میں یوحنا کا ایک مکاشفہ درج ہے کہ''...... میں نے قرمزی رنگ کے حیوان پر جو کفر کے ناموں سے لپا ہوا تھا اور جس کے سات سر اور دس سینگ تھے' ایک عورت کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔یہ عورت ارغوانی اور قرمزی لباس پہنے ہوئے اور سونے اور جواہر اور موتیوں سے آراستہ تھی اور ایک سونے کا پیالہ مکروہات یعنی اس کی حرام کاری کی ناپاکیوں سے بھرا ہوا اس کے ہاتھ میں تھا......'' وہ آبرو باختہ عورت امریکہ ہے جو آج کفر کے ناموں سے لپے ہوئے دیوہیکل حیوان کی پیٹھ پر سوار ہے۔وہاں کی اکثریت کہتی ہے:

"We are living together.but we are not married."

یعنی ہم ساتھ رہ رہے ہیں' بچے ہو رہے ہیں' لیکن ہمارے درمیان شادی کا بندھن نہیں۔ اسی بنیاد پر تو کلنٹن نے کہا تھا ''عنقریب ہماری قوم کی اکثریت حرام زادوں پر مشتمل ہوگی''۔یوحنا کی انجیل کے آخری باب مکاشفہ (Revelations) کے باب ۱۷ میں یہ

مکاشفہ بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے اور وہاں اس آبرو باختہ عورت کے لیے کسبی (harlet) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ میرے نزدیک اس تشبیہہ سے اصل مراد یہ ہے کہ اسرائیل وہ harlet ہے جو آج عیسائی دنیا کی پیٹھ پر سوار ہے' لیکن میں یہاں وہ تشبیہہ امریکہ کے لیے استعمال کر رہا ہوں کہ جو اِن تین لحافوں میں لپٹے ہوئے اس کرۂ ارض پر سوار ہے۔

تیسری سطح: مذہبی تصادم

اب تیسری سطح پر آیئے۔ یہ ذرا مخفی سطح ہے' کیونکہ آج دنیا میں مذہب سے بہت زیادہ دلچسپی نہیں ہے اور یہ معاملہ خالصتاً مذہبی ہے۔ اس لیے عام طور پر تو لوگ اس کے بارے میں گفتگو بھی پسند نہیں کرتے۔ وہ یہ کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان ایک مذہبی چپقلش بھی صدیوں سے چلی آ رہی تھی۔ اس مذہبی چپقلش میں سب سے فعال یہودی ہیں' جو اپنی کئی صدیوں کی جِدّ وجُہد اور محنت کے نتیجے میں عیسائی دنیا کو فتح کر چکے ہیں۔ لیکن سب عیسائی ایک جیسے نہیں ہیں۔ رومن کیتھولک نے بھی اگرچہ ہتھیار ڈال دیے ہیں لیکن ان کے دلوں میں یہودیوں کی محبت نہیں ہے۔ آج بھی فرانس کے اندر Anti Semetism پھر سر اٹھا رہا ہے اور فرانسیسی حکومت بڑی تشویش میں ہے۔ عیسائیوں کے دلوں میں یہودیوں کے خلاف غصہ اور نفرت ہے کہ انہوں نے ہمارے خدا کے بیٹے کو سولی چڑھایا تھا' لیکن مجموعی طور پر وہ ہتھیار پھینک چکے ہیں۔ ان کا پوپ یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی دیے جانے کے الزام سے بَری کر چکا ہے۔

(i) صہیونیوں کا پروگرام

اب ان یہودیوں کا پروگرام کیا ہے؟ ان کا کہنا یہ ہے کہ ''ہم خدا کے برگزیدہ و چنیدہ بندے ہیں'' (We are the chosen people of the Lord)۔ پورے انسان صرف ہم ہیں۔ باقی انسانوں کو وہ Gentiles یا Goyims کہتے ہیں کہ یہ انسان نہیں ہیں' انسان نما حیوان ہیں' اور حیوانوں کا استحصال کرنا انسانوں کا حق ہے۔ آپ

گھوڑے کو تانگے کے اندر جوت دیتے ہیں' یہ آپ کا حق ہے۔ آپ بیلوں کو ہل کے اندر جوت دیتے ہیں' یہ آپ کا حق ہے۔ آپ بکری' گائے' بیل' اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں' یہ آپ کا حق ہے۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ ہمارا حق ہے کہ ان Gentiles اور Goyims کو جس طرح چاہیں لوٹیں' جس طرح چاہیں ان سے خدمت لیں اور جس طرح چاہیں ان کا خون چوسیں۔ یہ ان کے تالمود میں ہے جو ان کی فقہ کی کتاب ہے۔ اس کتاب میں صاف لکھا ہے کہ Gentiles کو دھوکہ دینا' ان کو لوٹ لینا' ان کا مال چوری کرنا' ان کو قتل کرنا' ان کا خون چوسنا' ان کا استحصال کرنا یہودیوں کا حق ہے۔ یہ ہے تالمود کی تعلیم۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر بایں الفاظ کیا گیا ہے: ﴿قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ ۚ﴾ (آل عمران: ۷۵) ''وہ کہتے ہیں کہ ان اُمِّیّین (غیر یہودیوں) کے بارے میں ہم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا''۔ وہ کہتے ہیں یہ اُمِّیّین (Gentiles) ہیں' جن کے پاس کوئی کتاب نہیں ہے' کتاب تو ہمارے پاس ہے یعنی تورات' کیونکہ وہ قرآن اور انجیل کو تو مانتے نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اُمِّیّین کے بارے میں ہم پر کوئی پرسش نہیں ہے' ہم جو چاہیں ان کے ساتھ کریں۔ لہٰذا وہ دنیا پر ایسا غلبہ چاہتے ہیں کہ انسانیت کو حیوانیت کی سطح پر لے جائیں۔ چنانچہ ان کا بینکنگ سسٹم کے ذریعے جو معاشی پروگرام ہے' یعنی ورلڈ بینک' آئی ایم ایف' TRIPS کا معاہدہ وغیرہ' اس سے ان کے پیش نظر یہ ہے کہ پوری دنیا مزدوروں میں تبدیل ہو جائے' وہ بس کام کریں اور جو کچھ ان کی یافت ہو وہ بینک کے سود کی شکل میں ہم کھینچ لیں۔ ہمیں پوری دنیا پر حکومت نہیں کرنی' اگر ہم دنیا میں براہِ راست حکومت کریں گے تو دنیا میں بغاوت ہوگی' محکوم ہمارے خلاف بغاوتیں کریں گے' ہم انہیں قتل کریں گے تو وہ بھی ہمیں قتل کریں گے! (آج یہودی فلسطینیوں کو قتل کر رہے ہیں تو فلسطینی بھی خودکش حملے کر کے کبھی بیس کبھی پندرہ یہودی مار دیتے ہیں) تو اس کی کیا ضرورت ہے؟ حکومت کرنے کا اصل مقصد تو یہی ہوتا ہے کہ ٹیکس لینا' ریونیو اکٹھا کرنا اور بس۔ وہ ٹیکس اور ریونیو ہم اپنے بینکنگ کے نظام کے تحت لے لیں گے۔ ساری دنیا کا کاروبار بڑی بڑی ملٹی نیشنل کارپوریشنوں کے ذریعے ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔

آپ کو یاد ہوگا کہ کبھی گلی گلی سوڈا واٹر (aerated water) بنانے کی مشینیں لگی ہوتی تھیں۔ کسی کے پاس تھوڑا سا پیسہ ہوتا تھا تو وہ سوڈا واٹر کی بوتلیں بنا کر بیچا کرتا تھا' جبکہ اب آپ صرف ڈسٹری بیوٹر ہو سکتے ہیں۔ آپ سیون اپ' پیپسی اور کوکا کولا کے ڈسٹری بیوٹر ہو سکتے ہیں' خود تیار نہیں کر سکتے۔ پہلے کیا ہوتا تھا کہ غریب آدمی جھونپڑی کے اندر ڈھابہ کھول کر بیٹھا ہوا ہے' ایک چولہا جلا کر اُس کے اوپر کچھ پکا کر بیٹھا ہوا ہے۔ اب وہ سب کچھ ختم ہو رہا ہے۔ اب فائیو سٹار ہوٹل ہیں۔ اب تو دبئی میں سیون سٹار ہوٹل بن گیا ہے جہاں کئی ہزار ڈالر ایک رات کا کرایہ ہے۔ اب تو پوری دنیا کے اندر ملٹی نیشنلز کا تسلط ہے۔ Perl Continentals ہیں' شیرٹن کی chain ہے' ہالی ڈے ان کی chain ہے۔ یہ تو یہودیوں کا ایک پروگرام ہے کہ پوری دنیا کا معاشی استحصال کرنا ہے۔ اور اس میں اصول یہ ہیں کہ جیسے آپ گھوڑے کو تانگے میں جوت کر شام کو کچھ کمائی کرتے ہیں تو تھوڑا سا چارا' کچھ دال چنے گھوڑے کو بھی ڈالتے ہیں تا کہ وہ اگلے روز جوتے جانے کے قابل ہو جائے' یعنی کچھ نہ کچھ subsistence level اس کو بھی دینا پڑے گا۔ لہٰذا یہودیوں کا اصول ہے کہ تم محنت مزدوری کرو' تمہیں اجرت مل جائے گی' لیکن اس کی ملائی ہم کھینچ لیں گے۔ تو یہودیوں کا ایک پروگرام یہ ہے' جسے ان کی طرف سے گلوبلائزیشن کا نام دیا جا رہا ہے۔ اس گلوبلائزیشن کے خلاف اگر دنیا میں کہیں ردّعمل ہے تو یورپ اور امریکہ میں ہے' ہمیں تو پتا بھی نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ ہمیں آگاہی ہی نہیں ہے' ہماری ''جان کاری'' ہی نہیں ہے' ہمیں کیا پتا کہ نوعِ انسانی کی قسمت کے بارے میں کیا فیصلے ہو رہے ہیں۔ یہ گلوبلائزیشن کے لیے کبھی سی ایٹل (Seattle) میں جمع ہوتے ہیں تو کبھی ڈیووس (Davos) میں اور کبھی واشنگٹن میں۔ اور ہر مقام پر اس گلوبلائزیشن کے خلاف نہایت عظیم مظاہرے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ؎

نہیں لیتے کروٹ مگر اہلِ کشتی
پڑے سوتے ہیں بے خبر اہلِ کشتی!

ان کا دوسرا پروگرام عظیم تر اسرائیل کا قیام ہے کہ ہمیں عرب دنیا کے عین درمیان میں ایک بڑی مملکت ضرور بنانی ہے۔ یہ گریٹر اسرائیل ان تمام علاقوں پر مشتمل ہوگا جہاں کبھی یہودی قومی طور پر آباد رہے ہیں۔ ویسے تو وہ اپنے دورِ انتشار (Diaspora) میں پوری دنیا میں رہے ہیں، لیکن گریٹر اسرائیل میں وہ فلسطین، شام، ترکی کا مشرقی اور

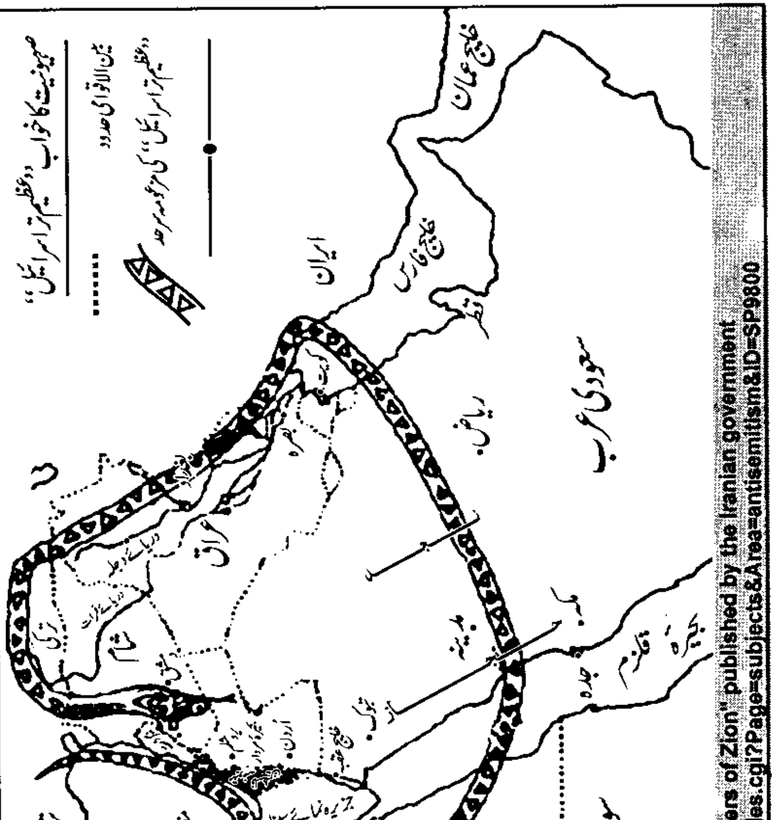

جنوبی حصہ‘ مصر کا جوشن جو دریائے نیل کا زرخیز ڈیلٹا ہے اور عراق کے علاوہ سعودی عرب کا شمالی حصہ‘ جس میں خیبر ہے جہاں یہودیوں کے قلعے تھے اور مدینہ منورہ جہاں ان کے تین قبیلے آباد تھے‘ ان علاقوں کو شامل کرنا چاہتے ہیں اور اس کی طرف پیش رفت ہو رہی ہے۔ چنانچہ عراق کو امریکہ نے فتح کیا تو شیرون نے کہا کہ عنقریب عراق پر ہمارا قبضہ ہو گا۔

تیسری چیز جو اُن کے پیش نظر ہے وہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو گرا کر تیسرا معبدِ سلیمانی (Third Temple of Solomon) تعمیر کرنا ہے۔ پہلا ٹیمپل حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا تھا۔ ہم تو اسے مسجد کہیں گے‘ وہ ٹمپل کہتے ہیں۔ یہ ایک ہزار سال قبل مسیح میں بنا تھا‘ لیکن ۵۸۷ قبل مسیح میں عراق کے بادشاہ بختِ نصر نے‘ جس کے ہاتھوں یہودیوں کی تباہی ہوئی‘ اس ٹمپل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ (اسی لیے اسرائیل کو سب سے زیادہ خطرہ عراق سے تھا کہ پہلے بھی ہماری تباہی ایک عراقی بادشاہ کے ہاتھوں ہوئی تھی) پھر اسے ڈیڑھ سو برس کے بعد دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ سماوی کے چالیس برس بعد رومیوں کے جنرل ٹائٹس (تیطس) رومی نے اسے بھی گرا دیا اور ۷۰ عیسوی سے آج تک وہ گرا پڑا ہے۔ اسے تقریباً دو ہزار برس (۱۹۳۴ برس) ہو چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اب ہمیں اسے دوبارہ بنانا ہے۔ اس کی جگہ پر مسجد اقصیٰ بنا دی گئی تھی اور اس پتھر پر جہاں سے حضور ﷺ کا شبِ معراج میں آسمانی سفر شروع ہوا تھا اُموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ایک گنبد بنا دیا تھا‘ آپ بی بی سی وغیرہ پر دیکھتے ہیں کہ یروشلم سے کوئی نمائندہ بات کر رہا ہو تو پس منظر میں بہت بڑا سنہری گنبد ہوتا ہے۔ یہ قبۃ الصخرہ (Dome of the Rock) ہے۔ تو وہ کہتے ہیں ان دونوں کو ہم گرائیں گے اور اپنا تیسرا معبد تعمیر کریں گے۔

معبد کی تعمیر کے بعد وہ یہاں دو کام کریں گے۔ ایک یہ کہ جانوروں کی قربانی کا دوبارہ آغاز ہو گا۔ یہودیوں کے ہاں سب سے بڑی عبادت قربانی ہے‘ نماز کی اتنی اہمیت نہیں تھی جتنی قربانی کی تھی‘ اور قربانی کے جانور ہیکل سلیمانی میں قربان گاہ پر قربان کیے جاتے تھے۔ ہیکلِ سلیمانی کے انہدام کے بعد سے وہ قربانی موقوف ہے۔ تو تیسرے

معبد کی تعمیر کے بعد اس میں وہ قربانی دوبارہ شروع ہوگی۔ دوسرے یہ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا تخت لا کر جما دیا جائے گا اور وہاں ان کے ''میسایاح'' (Messiah) (حضرت مسیح نہیں) کی تاج پوشی ہوگی جس کے وہ منتظر ہیں' جس کی تورات کے اندر پیشین گوئیاں ہیں۔ درحقیقت ان پیشین گوئیوں کے مصداق حضرت مسیح علیہ السلام تھے' لیکن جب وہ آئے تو ان کو یہودیوں نے مانا نہیں' بلکہ نعوذ باللہ bastard قرار دیا' کافر و مرتد قرار دیا اور اپنے بس پڑتے سولی پر چڑھا دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا۔ لہٰذا ان کے بقول ان کے میسایاحِ منتظر کی سیٹ خالی ہے۔ ان کے عقیدے کے مطابق جب وہ میسایاح آئے گا تو وہ اس تختِ داؤد پر بیٹھ کر پوری دنیا پر حکمرانی کرے گا۔ اس ضمن میں انہیں عیسائیوں سے کوئی اندیشہ نہیں ہے' اس لیے کہ انہیں وہ اپنی گرفت میں لا چکے ہیں' اب انہیں مخالفت صرف مسلمانوں کی طرف سے نظر آتی ہے۔ اس اعتبار سے اس وقت دنیا کے اندر مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہودی ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کہیں سیاسی قوت حاصل نہ ہونے پائے۔ یہ ہے یہودیوں کا پروگرام۔

(ii) عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے پروگرام

اب آیئے عیسائیوں کی طرف۔ عیسائیوں میں سب ایک جیسے نہیں ہیں' جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسُوْا سَوَآءً﴾ ''وہ سب کے سب برابر نہیں ہیں''۔ جیسے ہم کہتے ہیں۔

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مَرد مَرد !
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد!!

ان میں ایک پروٹسٹنٹ فرقہ ہے' جس کا امام پہلے برطانیہ تھا اب امریکہ ہے' اور یہ ایک نسل ہے جس کو WASP (White Anglo Saxon Protestants) کہتے ہیں۔ یہ سب یہود کے پشت پناہ اور مددگار ہیں' بلکہ اس وقت یہ مذہبی یہودیوں سے بھی زیادہ اسرائیل کے حمایتی ہیں۔ آج سے کوئی چھ سال پہلے یہ بات ہمیں ایک یہودی پروفیسر نے تنظیم اسلامی آف نارتھ امریکہ کے ہوسٹن میں منعقدہ کنونشن میں بتائی تھی۔

اس نے ایک حیران کن بات یہ بھی کہی تھی کہ:

"Islam is the Ideal religion for whole of mankind except Jews."

گویا اُس نے عیسائیت' ہندومت' ہر چیز کی نفی کی' سوائے یہودیت کے۔ دوسری بات اُس نے یہ کہی کہ اسرائیل کی پشت پناہی ہم نہیں' بلکہ یہاں کے عیسائی کرتے ہیں۔ اسرائیل کی ساری معیشت کا دارومدار امریکہ ہی پر ہے۔ پانچ ارب ڈالر تو انہیں ہر سال مل جاتے ہیں۔ باقی اگر کوئی کام امریکہ کہتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ ڈالر لاؤ! موجودہ بش کے باپ سے انہوں نے فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کے لیے دس ارب ڈالر مانگے تھے۔ اُس نے ایک شرط لگا دی کہ تم فلسطینیوں کے ساتھ امن مذاکرات شروع کردو' تب میں دوں گا۔ یہودی ناراض ہو گئے' انہوں نے پیچ و تاب کھائے' لیکن اُس وقت یہ شرط ماننی پڑی۔ لیکن اس کی سزا اُسے یہ دی کہ اگلے الیکشن میں وہ زیرو ہو گیا۔ اُس سے دس ارب ڈالر بھی لے لیے اور اس سے اپنی شرط نہ ماننے کا بدلہ بھی چکا لیا۔ تو عیسائیوں میں ایک تو یہ پروٹسٹنٹ ہیں' خاص طور پر The Baptists اور اخص الخواص کی حیثیت سے The Evengelists جن کی امریکہ کے اندر اکثریت ہے اور وہ اسرائیل کی حمایت کر رہے ہیں۔ وہ بھی اس کے قائل ہیں کہ تیسری عالمگیر جنگ (آرمیگاڈان) جلد از جلد ہونی چاہیے' اس کے نتیجے میں گریٹر اسرائیل وجود میں آنا چاہیے' تھرڈ ٹمپل تعمیر ہونا چاہیے' جہاں تختِ داوٗدؑ لا کر رکھا جائے۔ تب حضرت عیسیٰؑ دوبارہ نازل ہوں گے اور اس تخت پر بیٹھ کر پوری دنیا پر حکومت کریں گے۔ یعنی پروگرام وہی ہے' فرق صرف یہ ہے کہ وہ اپنے میسایاح کے منتظر ہیں اور یہ اپنے حضرت مسیحؑ کے۔ یہودیوں کے خیال میں ان کا میسایاح آئے گا اور تختِ داوٗدؑ پر وہی بیٹھے گا' جبکہ ان کے خیال میں حضرت عیسٰیؑ آسمان سے اتریں گے اور وہ تختِ داوٗدؑ پر بیٹھیں گے۔

اس تخت داوَد کا پس منظر بھی سمجھ لیجیے۔ حال ہی میں مجھے اس کے مطالعے کا موقع ملا۔ یہ ایک پتھر تھا جس پر حضرت داوَدؑ کی تاج پوشی (coronation) ہوئی تھی۔

پھر اسی پتھر پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی تاج پوشی ہوئی۔ وہ پتھر اُن کے ہاں چلا آ رہا تھا۔ ۷۰ عیسوی میں جب رومی جنرل ٹائٹس نے ہیکل سلیمانی تباہ کیا تو وہ اس پتھر کو روم لے گیا۔ روم سے وہ پتھر آئرلینڈ چلا گیا جو بہت بڑی کیتھولک آبادی ہے۔ (آج بھی آئرلینڈ میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹس کے اندر جنگ ہو رہی ہے۔) وہاں سے وہ پتھر چودھویں صدی عیسوی میں انگلینڈ آیا تو اسے تخت کی صورت دے دی گئی۔ یعنی تخت کی سیٹ اسی پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ یہ تخت اب انگلینڈ کی پارلیمنٹ کی عمارت سے ملحقہ چرچ ''ویسٹ منسٹر ایبے'' میں رکھا ہے اور اسی پر بٹھا کر انگریز حکمرانوں کی تاج پوشی کی جاتی ہے۔ یہ روایت ابھی تک چلی آ رہی ہے۔ تو ان کا خیال ہے کہ اس معبد میں وہ تخت بھی ہم لا کر رکھ دیں گے اور پھر حضرت مسیحؑ نازل ہوں گے تو اس تخت پر تشریف فرما ہوں گے۔

اب یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ جا رہی ہیں۔ تھوڑا سا اختلاف اگر ہے تو یورپ کی سب سے بڑی طاقت میں ہے۔ سینٹرل یورپ کی اصل قوتیں فرانس اور جرمنی ہیں' باقی چھوٹے چھوٹے ملک ہیں۔ انگلینڈ تو ویسے بھی اصل یورپ سے علیحدہ ایک جزیرہ ہے اور وہ اس وقت ہر اعتبار سے امریکہ کا ضمیمہ ہے۔ تو یہ جو اختلاف ہے کہ جرمنی اور فرانس ایک طرف ہیں اور یہ عراق کی جنگ سے علیحدہ رہے' یہ اختلاف صرف سیاسی نہیں ہے' یہ صرف اپنے آپ کو عالمی سطح پر منوانے کا مقابلہ نہیں ہے' بلکہ یہ اختلاف مذہبی بھی ہے' وہ کیتھولکس ہیں یہ پروٹسٹنٹس ہیں' اور پروٹسٹنٹس کیتھولکس کو کافر (Infidels) اور پوپ کو شیطان کہتے ہیں۔ "The Philadelphia Trumpet" کے نام سے ان کا ایک ماہنامہ رسالہ فلاڈلفیا (امریکہ) سے نکلتا ہے' کچھ عرصہ سے میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اصل میں یورپ جو اِس وقت ایک ہو رہا ہے یہ معاملہ سیاسی نہیں مذہبی ہے اور اس میں اصل متحرک طاقت پوپ کی ہے۔ اور موجودہ پوپ واقعتاً ایسا ثابت ہوا ہے جس نے پوری دنیا میں move کیا ہے۔ اس سے پہلے پوپ اپنے گھر ویٹیکن میں بیٹھا رہتا تھا' باہر نہیں نکلتا تھا' جبکہ یہ پوپ شدید ترین بڑھاپے کے باوجود دنیا بھر

کے سفر کر رہا ہے۔ یہ مقدس رومی سلطنت (Holy Roman Empire) کا دنیا میں دوبارہ احیاء کرنا چاہتا ہے' جو پورے یورپ' شمالی افریقہ اور مغربی ایشیا کے بہت سے علاقوں پر چھائی ہوئی تھی۔ اور یورپ کی یہ قوتیں چاہتی ہیں کہ فلسطین کو فتح کریں' یعنی اسرائیل بھی ختم کریں اور فلسطینی سٹیٹ بھی ختم کریں اور وہاں پر ایک رومن کیتھولک حکومت قائم کریں۔

''نیوز ویک'' میں فلسطین کے بارے میں ایک بڑا پیارا جملہ میری نظر سے گزرا تھا:

"Too small a geography but too big a history"

اس سے پانچ ہزار سال کی تاریخ وابستہ ہے۔ یہی حضرت ابراہیمؑ' اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) کا مسکن تھا۔ چنانچہ یہودیوں کا بھی مقدس ترین مقام یہی ہے۔ پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام یہیں پیدا ہوئے' یہیں یہودیوں کے بقول سولی چڑھے۔ یہیں انہوں نے گلیلی اور مختلف علاقوں میں تبلیغ کی' یہیں وہ کوہِ زیتون ہے جس پر آپؑ نے اپنا تاریخی وعظ Sermon of the Mount کہا۔ لہٰذا یہ عیسائیوں کا بھی بہت محترم مقام ہے۔ مسلمانوں کا بھی یہ مقدس مقام ہے اور وہ اسے تیسرا حرم کہتے ہیں۔ پہلا حرم مکی ہے' دوسرا حرم مدنی ہے اور تیسرا ''الحرم الشریف'' مسجد اقصیٰ ہے۔ یہیں سے حضرت محمد ﷺ کا آسمان کی طرف معراج شروع ہوا تھا۔ جغرافیائی اعتبار سے یہ واقعتاً بہت چھوٹا سا خطہ ہے' اس کا رقبہ محض ہماری سابقہ ریاست بہاولپور کے برابر ہوگا' لیکن تاریخ اور مذاہب کے اتصال (confluence) کے اعتبار سے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا یہودیوں' پروٹسٹنٹ عیسائیوں اور کیتھولک عیسائیوں کے اپنے اپنے نقشے اور منصوبے ہیں۔ عیسائیوں نے انڈونیشیا کے جزیرے تیمور کو تقسیم کرا کر وہاں ایک رومن کیتھولک حکومت قائم کی ہے۔ نائجیریا میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں جو شدید ترین فسادات ہوئے ہیں وہاں بھی عیسائیوں کا اصل مقصد ایک رومن کیتھولک حکومت قائم کرنا ہے۔ ماہنامہ ''فلاڈلفیا ٹرمپٹ'' میں ایک عنوان قائم ہوا ہے: ''The Last Crusade''۔ پروٹسٹنٹس کا یہ الزام ہے کہ آخری صلیبی جنگ اب ہونے والی ہے۔ اب ساری یورپی

قوتیں جمع ہو کر حملہ کریں گی اور فلسطین میں عیسائی حکومت قائم ہو جائے گی۔ آپ نوٹ کیجئے پہلی صلیبی جنگیں دوسرے ملینیم کے آغاز میں شروع ہوئی تھیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ایک ہزار سال بعد پہلا ملینیم ختم ہو گیا اور دوسرا ملینیم ۱۰۰۱ء سے شروع ہو گیا۔ دوسرے ملینیم کے شروع میں صلیبی جنگوں کا آغاز ہوا اور ۱۰۹۹ء میں انہوں نے بیت المقدس کو فتح کر لیا۔ اب ۲۰۰۱ء سے تیسرا ملینیم شروع ہوا ہے اور یہ آخری کروسیڈ ہو گا کہ یورپ کی رومن کیتھولک قوتیں فلسطین پر حملہ آور ہوں گی اور یہاں ایک رومن کیتھولک حکومت قائم کرنا چاہیں گی۔

(iii) تمام عیسائیوں کا مشترک ایجنڈا

اس ضمن میں ایک بات مزید نوٹ کر لیں کہ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹس کا آپس میں خواہ کتنا ہی مذہبی اختلاف ہو' اور فرانس اور جرمنی کا سیاسی اور عسکری اعتبار سے امریکہ سے کتنا ہی اختلاف ہو' ایک چیز پر وہ متفق ہیں۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے پورے فلسطین کو مسلمانوں سے آزاد کرانا ہے اور دوسرے یہ کہ ان کے نزدیک مسلمانوں کے دماغ میں جو یہ خناس پیدا ہو گیا ہے کہ ہمارا ایک نظام ہے جس کو ہم قائم کریں گے' اس خناس کو واش آؤٹ کرنا ہے۔ اس پس منظر میں اب آپ ایک بات سوچئے! بہت اہم بات ہے۔ امریکی مفکرین کہتے ہیں:

"We are not against Islam, we are not going to war against Islam, we want a war within Islam. "

اس کا کیا مطلب ہے؟ درحقیقت اسلام دو ہیں۔ اسلام کا ایک مذہبی تصور ہے کہ مسلمان ایک خدا کو مانتے ہیں' اُس کی نماز پڑھتے ہیں' اُس کے حکم پر روزے رکھتے ہیں' اُس کے حکم کے مطابق حج و عمرہ کرتے ہیں' جن کو اللہ توفیق دے وہ زکوٰۃ بھی دیتے ہیں۔ ان کے کچھ عقائد ہیں' کچھ تقاریب ہیں' عیدیں ہیں' یعنی عید الاضحیٰ اور عید الفطر۔ پھر ان کے کچھ سماجی رسوم و رواج ہیں۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو عقیقہ کرتے ہیں' شادی کرنی ہو تو نکاح ہوتا ہے اور کسی کے مرجانے پر اسے جلاتے نہیں بلکہ دفن کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ شراب نہیں پیتے' سور نہیں کھاتے۔ یہ مذہب ہے۔ جبکہ ایک اسلام ہے بطورِ

دین۔اس کا ایک سیاسی نظام ہے‘ ایک معاشی نظام ہے‘ ایک سماجی نظام ہے۔تو وہ کہتے ہیں ہماری ساری جنگ اسلام بطورِ دین کے خلاف ہے‘ اسلام بطورِ مذہب کے خلاف نہیں ہے۔

ان کا یہ کہنا کسی حد تک درست ہے کہ ہم مذہب اسلام کے خلاف نہیں ہیں‘ اور اس کی وہ گواہیاں دیتے ہیں کہ دیکھو تم یہاں آتے ہو اور کالوں اور گوروں کو مسلمان کر لیتے ہو‘ ہم نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔تم یہاں آ کر ہمارے چرچ اور سینیگاگ خریدتے ہو اور مسجد بنا لیتے ہو‘ ہم نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔تم نمازیں پڑھتے ہو‘ ہم نے اعتراض نہیں کیا۔یہ ضرور ہے کہ آپ کام کے اوقات میں نماز نہیں پڑھ سکتے۔البتہ ان میں کچھ لوگ اتنے بامروّت (considerate) ہوتے ہیں کہ کام کے اوقات میں بھی وہ وقت دے دیتے ہیں کہ ظہر یا عصر کی نماز پڑھ لو‘ ورنہ عام مسلمان وہاں مجبور ہے۔چنانچہ ایک گھنٹہ کا جو دوپہر کے کھانے کا وقفہ ہوتا ہے اسی میں وہ ظہر اور عصر پڑھ لیتے ہیں اور پھر گھر جا کر مغرب اور عشاء ادا کرتے ہیں۔لیکن بہرحال ان کا موقف یہ ہے کہ تمہاری نماز پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔روزے رکھتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔اسلام بطورِ مذہب سے تو ہماری جنگ نہیں ہے۔بلکہ ہم رمضان میں وائٹ ہاؤس میں افطاری بھی دے دیں گے اور بہت سے لوگوں کو بلا لیں گے کہ آؤ روزہ افطار کرو۔اور عید کے موقع پر کوئی یادگاری ٹکٹ بھی جاری کر دیں گے۔تو اس اسلام سے ان کی کوئی جنگ نہیں ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ”We are ready to embrace it“ اس لیے کہ سیکولرازم کا اصول ہی یہ ہے۔سیکولرزم لامذہبیت نہیں ہے‘ لادینیت ہے۔مطلب یہ ہے کہ ایک سیکولر ملک میں تمام مذاہب رہ سکتے ہیں۔ہندو اور سکھ وہاں ٹمپل اور گوردوارے بنا سکتے ہیں‘ وہاں تمام مذاہب کو کھلی اجازت ہے۔ان کی طرف سے آزادی ہے کہ چاہے ایک خدا کو پوجو‘ ہزار کو پوجو‘ درختوں کو پوجو‘ سانپ کو پوجو‘ بتوں کو پوجو‘ جس کو چاہو پوجو۔چاہے ٹمپل بناؤ اور اس میں جو چاہو بھجن گاؤ‘ چاہے گروگرنتھ کے سامنے ماتھا ٹیکو‘ انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔اسی طرح اسلام بطورِ مذہب سے بھی ان کی کوئی جنگ نہیں ہے۔

لیکن ان کا کہنا ہے کہ ہم اسلام کو بطورِ دین کبھی برداشت نہیں کر سکتے' اس کو ہم نے ختم کر کے دم لینا ہے۔

نوٹ کر لیجئے کہ پچاس برس تک عالمی طاقتوں کی جو سرد جنگ چلی ہے وہ مذہب کی بنیاد پر نہیں تھی' نظام کی بنیاد پر تھی' یعنی سرمایہ دارانہ نظام بمقابلہ اشتراکی نظام۔ اشتراکی نظام میں انفرادی ملکیت کے بجائے قومی ملکیت کا تصور تھا' لہٰذا اس میں سود کا بھی خاتمہ تھا۔ تو آج اصل میں مغرب کی جنگ دین اسلام کے خلاف ہے جو طے کی جا چکی ہے۔ اسی لیے وہ کہتے ہیں ''War within Islam'' یعنی وہ مذہبی تصور والے عناصر کو اسلام کو بطورِ دین ماننے والوں اور نظام کی بات کرنے والوں کے ساتھ ٹکرا دینا چاہتے ہیں۔ ہمارے علماء کی اکثریت اسلام کو ایک مذہب کی حیثیت سے جانتی ہے' دین کی حیثیت سے اسلام ان کے سامنے ہے ہی نہیں۔ تبلیغی جماعت بھی اسلام کو مذہب کے طور پر مانتی ہے۔ ان کے پیش نظر انفرادی ترجیحات مثلاً نماز' روزہ' ڈاڑھی' ٹخنوں سے اوپر شلوار وغیرہ ہیں۔ ان کو نظام سے کوئی بحث نہیں' نظام کوئی بھی ہو۔ وہ چاہتے ہیں کہ مذہبی لوگ نظام کے علمبرداروں کو crush کر دیں' لہٰذا وہ مذہبی لوگوں کی حمایت کریں گے۔ اس سے انہیں دو مقاصد حاصل ہو جائیں گے۔ ایک تو مذہبی لوگوں کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ مذہب کے خلاف تو ہیں ہی نہیں۔ وہ سوچیں گے کہ خواہ مخواہ کچھ لوگ ہمیں بہکاتے ہیں' یہ اسلام کے خلاف کہاں ہیں؟ ہوسکتا ہے وہ مسجد بنانے کے لیے آپ کو عطیات دے دیں' ان کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تبلیغی جماعت کے وفود امریکہ میں چکر لگائیں تو اس پر انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ وفود نظام کی بات نہیں کرتے۔ اور نظام کی بات کون کرتے ہیں؟ یہ میں چاہتا ہوں کہ اسے آپ ذرا سمجھ لیں۔

اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام کے جذبے کا تاریخی پس منظر

اصل میں ہوا کیا ہے! آج سے نصف صدی قبل تک' کہیں سو برس سے' کہیں دوسو برس سے اور کہیں تین سو برس سے یورپ کی نوآبادیاتی طاقتیں عالمِ اسلام پر قابض تھیں۔ ہمارے ہاں انگریز تھا' ملایا وغیرہ کے اندر ولندیزی تھے' مصر اور عراق میں بھی انگریز تھے' شام میں فرانسیسی تھے' لیبیا میں اطالوی تھے۔ ان استعماری طاقتوں نے ہمیں دبایا ہوا تھا۔ اور اُس وقت ہمیں جو آزادی تھی وہ صرف مذہبی آزادی تھی' دین کی آزادی نہیں تھی۔ دین تو اُن کا تھا' پینل کوڈ اُن کا تھا' تعزیرات اُن کی تھیں' فوجداری قوانین اُن کے تھے۔ زیادہ سے زیادہ انہوں نے ہمارے ساتھ یہ رعایت کی تھی' اور یہ بہت بڑی رعایت تھی' کہ تم اپنے عائلی قوانین پر عمل کر سکتے ہو۔ یعنی نکاح جیسے چاہے کرو' طلاق جیسے چاہے دو' اس معاملے میں سارے فتوے اپنے مولویوں سے لے لو' ہمیں کوئی فکر نہیں ہے' ہمارے پاس بھی اگر آئے تو ہم تم سے پوچھ لیں گے کہ تم شریعت کا حکم چاہتے ہو یا رواج کا؟ تم رواج کا کہو گے تو ہم اس کے مطابق فیصلہ کر دیں گے' شریعت کا کہو گے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیں گے۔ ''Mohammadan Law'' نامی کتاب ایک پارسی کی لکھی ہوئی تھی۔ اسی طرح وراثت کے قانون میں آزادی تھی کہ تم مالِ وراثت صرف بیٹوں کو دینا چاہو' صرف بڑے بیٹے کو دینا چاہو یا بیٹیوں کو بھی دینا چاہو تمہیں اختیار ہے۔ وہ پوچھ لیا کرتے تھے کہ آپ وراثت کے معاملے میں شریعت کا فیصلہ چاہتے ہیں یا رواج کا؟ ہمارے بڑے زمیندار کھڑے ہو کر کہتے تھے ''رواج کا!'' گویا شریعت ہمیں نہیں چاہیے۔ بیٹیوں کو وراثت میں حصہ دے دیں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ یہ رعایت بھی سیکولرزم کے خلاف ہے۔

آج امریکہ میں آپ کو اپنے عائلی قوانین (Family Laws) پر عمل کی اجازت

نہیں ہے۔ وہاں رہیں گے تو ان کے عائلی قوانین کے مطابق آپ کو رہنا ہوگا۔ طلاق وغیرہ کے معاملے میں جو اُن کا قانون ہے اس کی پیروی کرنی ہوگی۔ اور بھارت یہی زور لگا رہا ہے۔ بی جے پی کے منشور کا سب سے اہم حصہ "CCC" (Common Civil Code) ہے کہ ہندوستان کی سب قوموں کے عائلی قوانین ایک ہوں گے۔ ان کا کہنا ہے کہ مسلمان جب ہمارے ساتھ رہتے ہیں تو فیملی لاز ایک سے ہونے چاہئیں۔ سیکولرزم میں تو قوم ایک ہوتی ہے۔ قوم ایک ہے تو خاندانی قوانین بھی ایک ہونے چاہئیں۔ یہ کیا کہ نکاح وطلاق کے ان کے اپنے اصول ہیں؟ بہرحال انگریز نے ہمیں رعایت دے رکھی تھی کہ عائلی قوانین یعنی نکاح و طلاق کے قوانین میں تمہیں آزادی ہے' یہاں تک کہ وراثت تم اپنے قوانین کے مطابق تقسیم کر سکتے ہو۔ لیکن جب یہ نوآبادیاتی نظام تتر بتر ہونا شروع ہوا' ولندیزی ملایا (سماٹرا' جو اَب انڈونیشیا کہلاتا ہے) سے چلے گئے' انگریز نے ہندوستان سے بستر باندھا' فرانس نے شام سے بستر تہہ کیا' صدر ناصر نے برطانیہ کو اٹھا کر بحیرۂ روم میں پھینک دیا' اٹلی لیبیا سے اور فرانس مراکو سے چلا گیا' تو مسلمانوں کے ایک خاص طبقے میں ایک خیال پیدا ہوا کہ ہمارا بھی تو ایک نظام ہے۔ یہ انگریز کا لایا ہوا بھی ایک نظام تھا' فرانسیسیوں کا دیا ہوا نظام بھی ایک نظام تھا' اور ہمارا بھی ایک نظام ہے' ہم کیوں نہ اس کو نافذ کریں!

یہ اصل میں اس آزادی کا ایک ثمرہ تھا کہ مسلمانوں میں ایک خود آگاہی پیدا ہوئی' اور انہوں نے اسلام کو بطور ایک دین کے سمجھا۔ لہٰذا احیائی تحریکیں ابھریں۔ انڈونیشیا میں مسجومی پارٹی' انڈوپاک میں جماعت اسلامی' ایران میں فدائین' عرب دنیا میں الاخوان المسلمون جیسی تحریکیں ابھریں۔ یہ ساری تحریکیں اس لیے اٹھیں کہ اسلام دین ہے اور دین اپنا غلبہ چاہتا ہے' ہمیں دین کو غالب کرنا ہے۔

لیکن بعض عوامل کی وجہ سے ان تحریکوں کو آج تک کہیں کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔ پہلا عامل یہ تھا کہ چاہے انگریز ہوں' فرانسیسی ہوں' اطالوی ہوں' سب نے سوسالہ' ڈیڑھ سوسالہ دَور میں جو حکومت کی تھی اور نظامِ تعلیم رائج کیا تھا اس سے ان ملکوں کا اعلیٰ طبقہ

(elite class) ان کے رنگ میں رنگا گیا' یعنی انہوں نے انہی کی تہذیب' انہی کی زبان' انہی کا لباس' انہی کا ذہن' انہی کی سوچ' انہی کا فکر اپنا لیا۔ اور جب انگریز حکومت ان کے حوالے کر کے چلے گئے تو بھی by proxy انہی کی حکومت جاری رہی۔ اور اس جتھے کے نزدیک اسلام صرف مذہب ہے' وہ اسلام بطورِ دین سے واقف ہی نہیں ہیں' وہ چاہے پرویز مشرف ہوں' بے نظیر ہوں یا کوئی اور ہوں۔

دوسری بات یہ کہ ان مسلمان تحریکوں نے طریق کار غلط اختیار کیا۔ دنیا میں اسلام ایک نظام کی حیثیت سے محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے برپا کیا تھا اور یہ دوبارہ برپا ہو سکتا ہے تو صرف حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو سکتا ہے۔ انہوں نے سمجھا وہ تو آؤٹ آف ڈیٹ ہے' پرانا ہے' لہٰذا الیکشن میں حصہ لے کر اس سے اسلام نافذ کریں گے۔ اس میں ناکامی ہوئی تو گولی چلانی شروع کر دی کہ فلاں فلاں کو مار دو۔ چنانچہ سادات کو قتل کر دیا گیا۔ سادات گیا تو حسنی مبارک آ کر براجمان ہو گیا (چند روز قبل میرے پاس ایک نوجوان آیا کہ میرا دم گھٹ رہا ہے' میں چاہتا ہوں کہ پرویز مشرف کو قتل کر دوں۔ میں نے کہا تمہارا دماغ خراب ہے؟ تم ایک پرویز کو قتل کرو گے کوئی اور پرویز آ کر بیٹھ جائے گا' فائدہ کیا ہو گا؟) تو کہاں تبدیلی ہوئی ہے؟ فوجی حکومت کے ذریعے سے کوئی تبدیلی ہوئی ہے؟ اس اعتبار سے اس غلط طریق کار نے ان تحریکوں کو کہیں کامیاب نہیں ہونے دیا۔

اب ان دو اعتبارات سے اچھی طرح سمجھ لیجئے! ایک تو یہ کہ ہمارے عوام کے ذہنوں پر علماء کا جو تسلّط ہے اس کے زیر اثر وہ اس تصور سے واقف ہی نہیں ہیں۔ وہ اسلام کو بطورِ مذہب جانتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جب مغربی استعمار کے بستر لپٹے ہیں تو جو نیچے حکومتیں بنی ہیں وہ انہی کے تربیت یافتہ اور تربیت دادہ لوگ تھے' چاہے وہ CSP آفیسرز تھے اور چاہے وہ بڑے بڑے لینڈ لارڈ تھے جن کے بچوں کی تعلیم مغرب میں ہوئی ہے۔ پیر پگاڑا اور ان کے بھائی کو بھی' جب ان کے والد کو پھانسی دی جا رہی تھی' انگلینڈ لے جایا گیا اور وہاں ان کی تعلیم ہوئی ہے۔ اور جتنے بھی بڑے بڑے جاگیردار

ہیں ان کے بچے وہیں سے تربیت حاصل کر کے آتے ہیں! وہاں سے ان کی برین واشنگ کر دی جاتی ہے۔ اور تیسرے نمبر پر یہ کہ دینی تحریکوں کا طریق کار غلط ہے۔ انہوں نے ''ballot یا bullet'' کا راستہ اختیار کیا۔ یہ دونوں غلط راستے ہیں اور یکساں غلط ہیں۔

اس پورے پس منظر میں یہ بات واضح ہے کہ اس وقت مسلمانوں اور دین اسلام کا مستقبل بہت ہی تاریک ہے۔ امریکہ جیسی سپر پاور' عالمی تہذیب کے تین لحاف اور مذہبی و دینی سطح پر عیسائیت اور یہودیت کا گٹھ جوڑ اور اسلام سے دشمنی —— اور تیسرا اس ٹرائی اینگل کے اندر شامل ہو گیا ہے بھارت' یعنی مشرکین' ان کی قوت و طاقت' ذرائع ابلاغ پر ان کا غلبہ۔ مزید یہ کہ NGOs کے ذریعے سے نظامِ تعلیم کو جو نیا رنگ دیا جا رہا ہے' ان سب کے باعث اسلام کے بطورِ دین نافذ ہونے کا کم سے کم مستقبل قریب میں کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ ہاں اسلام بطورِ مذہب باقی رہے گا' جیسے اقبال نے کہا تھا۔

مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

دین اسلام آزاد نہیں ہوگا' مذہب اسلام موجود رہے گا۔ البتہ یہ صرف مستقبل قریب کی بات ہے' مستقبل بعید میں کیا ہونا ہے' اور

اور بھی دورِ فلک ہیں ابھی آنے والے
ناز اتنا نہ کریں ہم کو ستانے والے!

کی کیفیت کب اور کیسے پیدا ہوگی —— جس کے ضمن میں قدرتِ الٰہی اور مشیتِ ایزدی نے پاکستان کو ایک اہم رول تفویض کیا تھا —— جس کے آثار حالاتِ واقعی اور زمینی حقائق کی رو سے روز بروز دھندلے ہوتے جا رہے ہیں —— آیا اس کے بروئے کار آنے کا ابھی کوئی امکان موجود ہے؟ —— ان امور پر ان شاء اللہ آئندہ خطاب میں گفتگو ہوگی۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللّٰہ لی ولکم ولسائر المُسلمین والمُسلمات

(۲)

پاکستان کے وجود کو لاحق
خطرات و خدشات
اور بچاؤ کی تدابیر

ترتیب

۞ تمہید	42
۞ آج کا موضوع	45
۞ کسی ملک یا سلطنت کے خاتمے کی دو صورتیں	45
۞ پاکستان کے مستقبل کے بارے میں پیشین گوئیاں	47
۞ اس دردناک انجام کے اسباب: پہلا بنیادی اور داخلی	50
۞ دوسرا خارجی اور فوری سبب!	63
۞ نجات کی واحد راہ: توبہ!	69
۞ حکومت کی سطح پر توبہ	70
۞ عوام کی سطح پر توبہ	73
۞ بھارت کی جانب سے محبت کی پینگیں!	76
۞ حاصل کلام	77

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ...... امّا بعد:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ
فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ
وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ
يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ
لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝ سَاۗءَ مَثَلَاۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ
كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ۝ (الاعراف)

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ
الصّٰلِحِيْنَ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۝

(التوبة)

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا
كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ۝

(یونس)

تمہید

آج کے موضوع پر گفتگو سے قبل میں اپنے گزشتہ ہفتے کے خطاب کا خلاصہ بطورِ تمہید آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ میری آج کی گفتگو دراصل اُسی سابقہ خطاب کا تسلسل ہے۔ پچھلے خطاب میں موجودہ عالمی حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے میں نے عرض کیا تھا کہ اس معاملے کی تین سطحیں ہیں۔ سب سے اُوپر اور سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ' جسے ہم عام طور پر امریکہ کہہ دیتے ہیں' اِس وقت روئے ارضی پر واحد سپریم طاقت ہے۔ دنیا یک قطبی ہو چکی ہے اور امریکہ ٹیکنالوجی اور اپنی عسکری قوت کے اعتبار سے اس وقت' معاذ اللہ' یہ کہنے کے لیے حق بجانب ہے کہ ''لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ'' یعنی آج کس کے ہاتھ میں اختیار ہے؟ قیامت کے دن تو جواب دیا جائے گا کہ ﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''اللہ ہی کے لیے جو تنہا ہے اور قہار ہے!'' لیکن آج دنیا کی سطح پر اس کا جواب یہی ہے کہ ''امریکہ!''

دوسرے یہ کہ ایک تہذیب نے عالمی سطح پر اس پورے کرۂ ارضی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اس کی تین سطحیں ہیں اور یہ تہذیب بے خدا ہی نہیں' خلافِ خدا ہے۔ پہلی سطح سیاسی ہے' یعنی سیکولرازم کہ ہمارے اجتماعی معاملات میں' ریاست اور حکومت کے معاملات میں' قانون سازی کے معاملات میں کسی خدا' کسی آسمانی ہدایت' کسی وحی' کسی شریعت کا کوئی دخل نہیں۔ یہ سیکولرازم آج پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے۔

دوسری سطح مالیاتی ہے اور پوری دنیا میں سود کی بنیاد پر بینکنگ سسٹم رائج ہے۔ یہ سود ہماری پوری معیشت کے اندر تانے بانے کی طرح بنا ہوا ہے۔ پھر اس کے ساتھ اس کی چھوٹی بہن جوا ہے' جو ہمارے ہاں تو بہت ہی زیادہ پھیل گیا ہے۔ ہر شے کو بیچنے کے لیے لاٹری کا پراسیس ہے۔ ویسے بھی دنیا کے اندر سٹاک ایکسچینج اور دولت کے الٹ پھیر کی بنیاد یہی جوا ہے۔ اس نظام کا تیسرا ستون انشورنس ہے!

سماجی سطح پر بے حیائی' عریانی' فحاشی' آزاد جنس پرستی ہے۔ چاہے وہ جنس پرستی مَرد و

عورت کے درمیان (heterosexual) ہو‘ چاہے وہ دو عورتوں (lesbians) کے درمیان ہو اور چاہے دو مَردوں (gays) کے درمیان ہو‘ اس کی کھلی اجازت ہے۔ خاندانی نظام تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ مغرب میں تو یہ نظام بتمام وکمال وجود میں آ چکا ہے‘ جبکہ مشرق کی طرف بھی یہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے ایک سیلاب کی شکل میں امڈا آ رہا ہے۔ اسی کلچر‘ اسی تہذیب کو ہماری ساری نسل دیکھ رہی ہے اور ظاہر بات ہے اس میں چمک دمک ہے‘ جس کے بارے میں اقبال نے کہا تھا ؎

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صنّاعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے!

یہ جھوٹے نگینے ہیں‘ لیکن چمکدار تو بہت ہیں۔ یہ نظام زہر کی طرح سرایت کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس تہذیب کو فروغ دینے کے لیے بین الاقوامی سطح پر بڑی عظیم کانفرنسیں ہو چکی ہیں‘ جن کا حوالہ میں دے چکا ہوں۔ عریانی وفحاشی کا یہ جو سیلاب آ رہا ہے‘ جسے اب یونائیٹڈ نیشنز اسمبلی نے سوشل انجینئرنگ (سماجی تعمیر) کا نام دیا ہے‘ اس کا ہدف بھی شمالی افریقہ اور خاص طور پر ایشیا کے مسلمان ممالک ہیں جہاں بحیثیت مجموعی خاندانی نظام ابھی کچھ برقرار ہے‘ شرم وحیا کی کچھ نہ کچھ وقعت اور قیمت ہے‘ عفت وعصمت کی کوئی قدر ہے۔

تیسری سطح پر ایک مذہبی کشاکش ہے۔ یہ کشاکش ذرا خفیہ سی ہے‘ اسے عام لوگ نہیں جانتے۔ اس مذہبی کشاکش میں اس وقت سب سے مؤثر کردار یہودیوں کا ہے‘ جو اس وقت عالمِ انسانیت کی عظیم ترین سازشی قوت ہے۔ سازشیں کرنا (conspiracies) اور طویل المیعاد پروگرام بنا کر ان کو پورا کرنا‘ اس میدان میں اس قوم کے مدمقابل کوئی نہیں آ سکتا۔ اور ان کا پروگرام یہ ہے کہ پوری دنیا پر ان کا اقتصادی قبضہ ہو جائے۔ براہِ راست فوجی قبضہ نہیں‘ بلکہ اقتصادی قبضہ۔ مزید برآں مشرقِ وسطٰی کے اندر ایک بڑی ریاست گریٹر اسرائیل قائم کرنا‘ مسجدِ اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو گرانا اور اس کی جگہ پر اپنا تھرڈ ٹمپل تعمیر کرنا اور اس میں حضرت داوٗد علیہ السلام کا تخت لا کر رکھ دینا۔ یہ ہے ان کا پروگرام اور اس پر وہ عمل پیرا ہیں۔ دوسری طرف تمام عیسائی قوتیں ان کے تابع ہو چکی ہیں۔

البتہ بعض عیسائی' خاص طور پر پروٹسٹنٹ' ان میں بھی خاص طور پر Baptists اور ان میں بھی اخصّ الخواص کے اعتبار سے Evengelists یہودیوں کے مکمل آلہ کار ہیں۔ اور نوٹ کر لیجیے کہ صدر بش Evengelist ہے۔ عیسائی دنیا' خاص طور پر یورپ کے کیتھولک عیسائی' جن کی فرانس' جرمنی' سپین اور اٹلی میں اکثریت ہے' یہ اصل میں فلسطین میں ایک عیسائی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں۔ گویا مسلمانوں کے خلاف دونوں ہیں۔ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ جیسے دوسرے ملینیم کے شروع میں کروسیڈز (صلیبی جنگیں) شروع ہوئی تھیں' اب یہ فائنل کروسیڈ ہونے والا ہے۔ 'کروسیڈ' کا یہ لفظ بش کی زبان پر بھی آ گیا تھا۔ پہلے والے کروسیڈ کا مقصد یہ تھا کہ ارضِ مقدس پر ان کا قبضہ ہو جائے۔ یہ علاقہ یہودیوں کے لیے بھی ارض مقدس ہے' عیسائیوں کے لیے بھی اور مسلمانوں کے لیے بھی۔ البتہ یہودیوں کی پشت پناہی کر کے عیسائی وہاں یہودی مملکت کیوں قائم کرنا چاہتے ہیں؟ اسے ذرا سمجھ لیجیے! ان کا عقیدہ ہے کہ جب گریٹر اسرائیل بن جائے گا' بڑی عظیم جنگ 'آرمیگاڈان' ہوگی' عربوں کا خون خرابہ کیا جائے گا' مسجدِ اقصیٰ اور قبۃ الصّخرہ گرا دیے جائیں گے' وہاں پر معبدِ سلیمانی بن جائے گا اور وہاں تختِ داؤدؑ لا کر رکھ دیا جائے گا تب حضرت مسیحؑ دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گے اور اس تختِ داؤدؑ پر بیٹھ کر دنیا میں حکومت قائم کریں گے۔ لہٰذا ان کی یہ خواہش ہے کہ حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں جلد از جلد آئیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہ سارے واقعات جلد از جلد واقع ہو جائیں۔

ایک بات مزید نوٹ کر لیجیے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا مشترک دشمن اسلام اور مسلمان ہیں اور ان کا سب سے بڑا ٹارگٹ پاکستان ہے۔ اس وقت کی عالمی صورت حال یہ ہے اور بحالاتِ موجودہ اسلام کے بحیثیت دین' ایک مکمل نظام زندگی کی حیثیت سے نافذ ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ ہاں اسلام صرف ایک مذہب کی حیثیت سے زندہ رہ سکتا ہے۔ صرف ہمارے عقائد' عبادات اور سماجی رسومات جو انفرادی زندگی تک محیط ہیں' مغرب کو گوارا ہیں۔ باقی سیاسی نظام' معاشی نظام اور سماجی نظام وہ ہوگا جو تین سطحیں میں نے گنوائیں۔ اس کے علاوہ کسی نظام کو وہ دنیا میں برداشت نہیں کر سکتے۔

اوراس معاملے میں اس وقت سب سے بڑا گٹھ جوڑ امریکہ اور یہودیوں کا ہے۔

آج کا موضوع

مجھے آج ''پاکستان کے وجود کو لاحق خطرات و خدشات اور بچاؤ کی تدابیر'' کے حوالے سے گفتگو کرنی ہے۔ بحمدِ اللہ' میرا معاملہ یہ رہا ہے کہ میں ہمیشہ سے پاکستان کے مستقبل کے بارے میں پُرامید رہا ہوں۔ لیکن نائن الیون کے بعد ہم نے جو راستہ اختیار کیا اور جس کے ہولناک نتائج اب سامنے آ رہے ہیں' اس کے پیش نظر میرے شدتِ احساس کا یہ عالم ہے کہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ کیا پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی (count down) شروع ہو چکی ہے؟ اور کیا ابھی نجات کا کوئی راستہ کھلا ہے؟

ان دونوں سوالوں کے بارے میں جب میں غور کرتا ہوں اور قیام پاکستان سے لے کر اب تک کے حالات کا جائزہ لیتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ واقعتاً پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی شروع کی جا چکی ہے اور بہتری کی طرف لے جانے والا ہر راستہ بظاہر بند نظر آتا ہے' لیکن قرآن وسنت کی جو رہنمائی اللہ نے مجھے بخشی ہے اس کی بنا پر پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ واقعتاً ابھی تک ایک راستہ کھلا ہے۔ اگرچہ اس ضمن میں اب مہلت بہت کم ہے۔ گویا معاملہ وہی ہے کہ ع ''دوڑ و زمانہ چال قیامت کی چل گیا!''

کسی ملک یا سلطنت کے خاتمے کی دو صورتیں

بات سمجھ لیجیے! کسی مملکت یا سلطنت کے ختم ہونے کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ وہ زمین ختم ہو جائے' وہ سرزمین آسمان میں چلی جائے یا پاتال میں دھنس جائے' بلکہ سلطنتوں یا مملکتوں کے خاتمے کی دو شکلیں ہوتی ہیں۔

ایک یہ کہ balkanization ہو جائے' اس کے حصے بخرے ہو جائیں اور سابق نام باقی ہی نہ رہے۔ یعنی پھر دنیا کے نقشے پر اس نام سے کوئی خطہ موجود نہ ہو۔ اور یہ ایک عجیب تاریخی حقیقت ہے کہ پچھلی یعنی بیسویں صدی عیسوی اس اعتبار سے بے مثال ہے

کہ اس کے آغاز میں ایک عظیم سلطنتِ عثمانیہ ختم ہوئی' اس کے حصے بخرے ہوئے' ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اور سلطنتِ عثمانیہ کا نام دنیا میں ختم ہوگیا۔ اب دنیا کے نقشے میں آپ کو سلطنتِ عثمانیہ کا نام لکھا ہوا کہیں نظر نہیں آئے گا' حالانکہ وہ عظیم سلطنت عثمانیہ (Great Ottoman Empire) تھی' جو عظیم سلطنتِ روما (Great Roman Empire) کی طرح تین براعظموں میں پھیلی ہوئی تھی۔ پورا شمالی افریقہ' پورا مغربی ایشیا اور پورا مشرقی یورپ اس میں شامل تھا۔ لیکن اس عظیم سلطنتِ عثمانیہ کے حصے بخرے ہوئے' لے دے کے ترکوں کے پاس 'ترکی' نام کا ایک چھوٹا سا ملک رہ گیا۔ اس سلطنت کا نام ختم ہوگیا۔ اب آپ کو ڈھونڈے سے بھی پتا نہیں چلے گا کہ وہ سلطنت عثمانیہ کہاں ہوتی تھی۔ اور یہ معاملہ ہوا ہے پچھلی صدی کے آغاز کے بیس سالوں کے اندر اندر' تقریباً دوسری دہائی کے خاتمے پر۔ اس کے برعکس پچھلی صدی کی آخری دہائی میں ۱۹۹۰ء کے قریب یونین آف سوویٹ سوشلسٹ ریپبلکس (USSR) ختم ہوئی' جو دنیا کی ایک سپر پاور تھی۔ آج دنیا کے نقشے میں USSR نام لکھا ہوا کہیں نظر نہیں آتا۔ یہ تو کوئی زیادہ پرانی بات نہیں ہے' ابھی کل پندرہ سولہ برس ہوئے ہیں۔ اسی طرح سے پاکستان کا بھی امکان ہے کہ یہ صورت حال پیش آ جائے۔

مملکتوں کے ختم ہونے کی ایک دوسری شکل بھی ہے۔ وہ یہ کہ لکیر بھی برقرار رہے' نام بھی برقرار رہے' لیکن اس کی کوئی خود اختیاری نہ ہو' اس کے اندر کوئی self determination نہ ہو' اس میں اپنے اصولوں کے دفاع میں کھڑے رہنے کی طاقت نہ ہو اور وہ کسی دوسری بڑی سلطنت و مملکت کے تابع مہمل کی شکل اختیار کر لے' یا یوں کہیے کہ سیٹلائٹ یعنی طفیلی ملک بن جائے۔ یہ دوسری شکل ہے اور پاکستان کے مستقبل کے لیے یہ امکان بھی ہے کہ پاکستان بھارت کا سیٹلائٹ بن کر رہ جائے اور بھارت چاہے تو ان لکیروں کو قائم رکھے' چاہے تو حصے بخرے کر دے۔ غالباً اس کی مصلحت اسی میں رہے گی کہ زیادہ سردرد مول نہ لے' مختلف صوبے ہوں گے تو ان میں سے ہر ایک سے الگ الگ نپٹنا پڑے گا' اس کے حق میں بہتر یہ ہوگا کہ پاکستان ایک سٹیٹ کی حیثیت

سے یکجا رہے اور اس کی حقیقت بس نیپال سے کوئی دس گنا بڑے ملک کی ہو' لیکن اس کی حیثیت نیپال سے زیادہ نہ ہو۔

پاکستان کے مستقبل کے بارے میں پیشین گوئیاں

اب آپ دیکھیں کہ پاکستان کے بارے میں دنیا میں کیا پیشین گوئیاں ہو رہی ہیں ۔

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا!!

سب سے پہلے میں ایک مسلمان مصنف سید ابوالمعالی کی کتاب کا حوالہ دوں گا۔ پیدائشی طور پر یہ بہار سے تعلق رکھتے تھے۔ تقسیم کے تقریباً چند دن پہلے پیدا ہوئے تھے۔ وہاں سے والدین کے ساتھ مشرقی پاکستان گئے' وہاں سے پورا خاندان مغربی پاکستان آ گیا۔ ان کی بیشتر تعلیم کراچی میں ہوئی' پھر یہ مغربی ممالک میں چلے گئے جیسے بہت سے لوگ گئے ہیں۔ وہاں پر انہوں نے پی ایچ ڈی کی ہے اور وہاں کافی بڑے دانشور سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی ایک کتاب ونٹیج پریس مین ہٹن نیویارک سے ۱۹۹۲ء میں شائع ہو کر ۱۹۹۳ء میں پاکستان آئی تھی۔ کتاب کا نام "The Twin Eras of Pakistan" ہے۔ یعنی ''پاکستان کے جڑواں ادوار''۔ اس میں ہماری سیاسی تاریخ میں آگے پیچھے آنے والے سیاسی اور فوجی ادوار کا تذکرہ ہے۔ مغرب میں دانشور جو گفتگوئیں کرتے ہیں یا وہاں کے سیاسی پنڈت جو پیشین گوئیاں کرتے ہیں درحقیقت انہوں نے اس کا ایک مجموعی تاثر اس کتاب میں دے دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ۲۰۰۶ء میں پاکستان آٹھ ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا ہوگا۔ ان میں سے چار آزاد ریاستیں ہوں گی' تین تو خالص پاکستان سے نکلیں گی' جبکہ ایک بھارت اور پاکستان سے کچھ علاقے جوڑ کر بنائی جائے گی۔ انہوں نے جن تین خالص پاکستانی ریاستوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے ایک ریپبلک آف بلوچستان ہوگی اور پورا موجودہ بلوچستان اس میں شامل ہوگا۔ ان کے

بقول یہ اس علاقے کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ‘ سب سے زیادہ خوشحال اور سب سے زیادہ معدنی اور صنعتی طاقت ہوگی۔ دوسری کراچی اور حیدر آباد کو ملا کر اردو بولنے والوں کے لیے لیاقت پور یا لیاقت آباد کے نام سے ایک ریاست بن جائے گی۔ تیسری ریاست سندھو دیش کے نام سے ہوگی۔ یعنی جن علاقوں کا outlet سمندر پر ہے وہ سب ایک آزاد قوم‘ آزاد ملک‘ آزاد ریاست بن جائیں گے‘ جبکہ شمالی علاقہ جات مثلاً گلگت‘ ہنزہ وغیرہ اور آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر (جس کو ہم مقبوضہ کہتے ہیں اور انڈیا آزاد کشمیر کہتا ہے) ان کو جوڑ کر ایک کشمیری ریاست وجود میں آ جائے گی اور یہ امریکہ کا بڑا پرانا خاکہ ہے۔

آج سے کچھ عرصہ قبل تو امریکہ کی اسسٹنٹ سیکریٹری آف سٹیٹ رابن رافیل نے کھل کر بیان دیا تھا کہ ہم ان دونوں کشمیروں (پاکستانی کشمیر اور بھارتی کشمیر) کے ساتھ پاکستان کے شمالی علاقہ جات شامل کر کے‘ جو کہ کشمیر کی ڈوگرہ حکومت کے ماتحت تھے اور مزید یہ کہ لداخ کے جو علاقے پاکستان نے چین کو دے دیے تھے چین سے واپس لے کر ایک آزاد ملک بنائیں گے۔ اس کے بعد بہت عرصے تک یہ آواز نہیں آئی تھی‘ لیکن اب امریکہ کے ایک سینیٹر نے یہی بات پھر کہی ہے کہ کشمیر کے مسئلے کا واحد حل یہ ہے کہ انڈین کشمیر‘ پاکستانی کشمیر اور شمالی علاقوں سے دونوں ملکوں کی فوجیں واپس چلی جائیں اور یہ علاقہ یونائیٹڈ نیشنز اسمبلی کو دے دیا جائے‘ وہ یہاں پر اپنے اہتمام میں استصوابِ رائے (plebiscite) کروائے اور اس کے اندر کشمیریوں کے لیے تین اختیارات (options) ہوں کہ آپ ہندوستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں — یا پاکستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں — یا آزاد و خود مختار کشمیر چاہتے ہیں۔ حالات جس نہج پر جا رہے ہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کا رخ خود مختار کشمیر کی طرف ہوگا۔ اس لیے کہ وہ پاکستان سے مایوس ہو چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پاکستان نے ہمیں دھوکہ دے کر ہمارے اتنے لوگ مروا دیے اور اب اپنے ہاتھ اٹھا دیے۔ لہٰذا ان کے options میں پاکستان نہیں آئے گا اور وہ آزادی چاہیں گے‘ اور یہ آزاد ریاست امریکہ کی سازشوں کا گڑھ بنے گی۔ یہ ایک نیا

''اسرائیل'' بنے گا۔ ایک اسرائیل ایشیا کے مغرب میں ہے اور ایک اسرائیل ایشیا کے بطن میں قائم کیا جائے گا۔ اس لیے کہ آج امریکہ کی Containment of China Policy وہی اہمیت رکھتی ہے جو چالیس برس تک Containment of USSR Policy کی تھی۔ اس کے لیے یہاں قدم جمانے کا موقع مل جائے تو اسے اور کیا چاہیے! وہ ایک ایک کشمیری کو سونے چاندی میں تول سکتا ہے۔ وہ ان کو خوشحال بنانے کے لیے بڑی سے بڑی مراعات اور امداد دے گا' تاکہ اس کا اس علاقے کے اندر عمل دخل قائم ہو جائے۔ بہرحال میں نے اس کی تھوڑی سی تفصیل بیان کر دی ہے کہ یہ امریکہ کی پرانی سکیم ہے جو اَب پھر اٹھ کر سامنے آ رہی ہے۔

چار خودمختار ریاستوں کے قیام کے بعد جو چار حصے پاکستان باقی رہ جائے گا اس میں ایک شمالی پاکستان ہو گا' یعنی چترال سے لے کر مالاکنڈ تک۔ پھر مالاکنڈ کے پہاڑ سے لے کر نیچے پختون علاقے تک مغربی پاکستان ہو گا۔ پھر یہ کہ سندھ میں سے سندھو دیش بناتے ہوئے ایک چھوٹی سی پٹی نکالی جائے گی تاکہ بچے کھچے پاکستان کو بھی سمندر تک رسائی حاصل ہو جائے۔ اس لیے کہ موجودہ کراچی تو لیاقت آباد کے اندر چلا جائے گا۔ پورٹ قاسم جو بنائی جا رہی ہے وہ سندھو دیش کے لیے ہے۔ بہرحال سندھ سے راستہ دے کر بقیہ پاکستان کو سمندر تک پہنچا دیا جائے گا۔ باقی سینٹرل پاکستان ہو گا' اس میں پنجاب کے ساتھ کچھ سرائیکی علاقہ شامل ہو گا' جبکہ کچھ سرائیکی علاقہ بلوچستان میں اور کچھ سندھ میں چلا جائے گا۔ جو باقی ہو گا وہ اس سینٹرل پاکستان میں آ جائے گا۔ یہ ایک پیشین گوئی ہے جو کسی کافر کی نہیں' کسی یہودی کی نہیں' بلکہ مسلمان دانشور ڈاکٹر ابوالمعالی سیّد کی ہے۔ یہ وحی نہیں ہے' لیکن بہرحال اس میں ان سازشوں کا انعکاس موجود ہے جو فضا کے اندر ہو رہی ہیں۔ گویا ع ''تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں!''

دوسری پیشین گوئی امریکہ کے سب سے بڑے تھنک ٹینک کی ہے جو امریکہ کی وزارت خارجہ کے پالیسی ونگ کا تھنک ٹینک ہے۔ اس میں سب سے اونچے پندرہ اداروں کے سربراہ شامل ہیں۔ انہوں نے چند سال پہلے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ ۲۰۲۰ء

میں پاکستان کے نام سے کوئی ملک نہیں رہے گا۔ گویا کہ جو حشر سلطنتِ عثمانیہ کا اور سوویت یونین کا ہوا تھا وہ پاکستان کا بھی ہو جائے گا۔ سب سے پہلے یہ رپورٹ بھارت کے ایک جریدے ''آؤٹ لک'' میں شائع ہوئی تھی۔ پھر اسے روزنامہ جنگ نے اپنی ۱۶ ستمبر ۲۰۰۰ء کی اشاعت میں شائع کیا اور ساتھ لکھ دیا کہ اسے کسی مجذوب کی بڑ نہ سمجھا جائے' بلکہ اسے سنجیدگی سے نوٹ کیا جانا چاہیے۔

تیسری بات رابرٹ کیلان نے کی۔ ''The End of the Earth'' کے عنوان سے ان کا مضمون ۲۰ ستمبر ۲۰۰۰ء کو روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوا تھا۔ وہ اس میں لکھتے ہیں: ''Pakistan is a failed state'' یعنی پاکستان ہر اعتبار سے ناکام ریاست ثابت ہو چکی ہے' جلد ہی اس میں خانہ جنگی شروع ہو گی اور انتشار اور انارکی پیدا ہو جائے گی۔ اس مضمون میں ایک خاص بات یہ کہی گئی ہے کہ پاکستان اور افغانستان گویا ایک یونٹ کی شکل میں ہوں گے۔ یہ چند حوالے ہیں جو میں نے آپ کو دیے ہیں۔

اس دردناک انجام کے اسباب: پہلا بنیادی اور داخلی

اب آیئے اس کے اصل اسباب کی طرف کہ ایسا کیوں ہو گا؟ جبکہ میں بھی کہہ رہا ہوں اور میرا یہ موقف ہے کہ واقعتہً پاکستان کے خاتمے کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے تو اس کے اسباب کیا ہیں؟ میں ان اسباب کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ایک ہے اصل اور بنیادی' اور داخلی اور خود کردہ' اور دوسرا فوری اور خارجی۔ اس ''خود کردہ'' کے بارے میں کسی نے کہا ہے ع ''خود کردہ را علاجے نیست''۔ کسی اور نے آپ کی ساتھ کوئی برائی کی ہو تو شاید اس کا کوئی مداوا ہو سکے' لیکن اگر آپ نے خود کی ہو تو اس کا کوئی مداوا نہیں۔ پاکستان کے قیام کا جو اصل مقصد تھا اس کو ہم نے ترک کیا۔ اب یہ ایک بے مقصد ملک ہے۔ گویا یہ ایسا تیر ہے جس کا کوئی ہدف ہی نہیں۔ ع ''آہ وہ تیرِ نیم کَش جس کا نہ ہو کوئی ہدف''۔ اقبال اور جناح جو مؤسسینِ پاکستان تھے' انہوں نے کہا تھا کہ ہم پاکستان اس لیے چاہتے ہیں کہ عہدِ حاضر میں اسلام کے اصولِ حریت و اخوت و مساوات کا ایک عملی

نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں' تا کہ ایک لائٹ ہاؤس وجود میں آ جائے' یہ پورے عالمِ انسانیت کے لیے روشنی کا ایک مینار ثابت ہو۔ اس لیے کہ دنیا میں اندھیرا ہے' انسان کو نظامِ عدلِ اجتماعی کی تلاش ہے' لیکن مل نہیں رہا۔ اس نے بڑی قلابازیاں کھائی ہیں۔ وہ فرانس کے انقلاب کے ذریعے ملوکیت اور جاگیرداری کے دور سے نکلا تو سرمایہ داروں کے ہتھے چڑھ گیا۔ پہلے جاگیردار مسلّط تھا' اب بدترین شکل میں سرمایہ دار مسلّط ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے ردّعمل میں کمیونزم آیا' وہ بھی ختم ہو گیا۔

اب انسان پھر انتظار میں کھڑا ہے اور امریکہ اور اس کے اتحادی سب یہی چاہتے ہیں کہ ان کا نظام سیکولرازم ہی پوری دنیا میں قائم ودائم رہے' سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام کا تسلّط برقرار رہے اور مغربی تہذیب پوری دنیا پر چھا جائے جس میں شرم وحیا اور عفت و عصمت کے تمام تقاضے ختم ہیں۔ اس کے مدمقابل اگر کوئی نظام نہ آیا' یعنی اسلام سامنے نہ آیا تو پھر کمیونزم سے ملتی جلتی کوئی شکل دوبارہ وجود میں آ جائے گی۔ اس سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف انسان نے بغاوت کی تھی تب ہی تو کمیونزم آیا تھا' اور آج جب یہ سرمایہ دارانہ نظام گلوبل ہو رہا ہے تو اس کے خلاف پھر بغاوت ہو رہی ہے۔ جہاں کہیں بھی گلوبلائزیشن کے لیے کوئی میٹنگ ہوتی ہے تو مخالف مظاہرے ہوتے ہیں' سیٹیل میں ہنگامے ہوئے' توڑ پھوڑ ہوئی اور کرفیو لگا۔ واشنگٹن میں ہوئے' ڈیووس میں ہوئے۔ دنیا میں کتنی جگہوں پر بڑے عظیم مظاہرے ہوئے ہیں۔ مغرب والوں کو معلوم ہے کیا ہو رہا ہے۔ پہلے بھی اس سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بغاوت مغرب میں ہوئی تھی' اس لیے کہ روس مغرب کا حصہ شمار ہوتا ہے' اگرچہ مشرقی ملک بھی ہے' اور اب عین کیپٹل ازم کے گھر کے اندر بغاوت اٹھ رہی ہے۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ امریکہ اور اس کی تمام اتحادی قوتیں زور لگا کر چاہیں گی کہ اس بغاوت کو کچل دیں' Nip the evil in the bud کے مصداق اٹھنے سے پہلے ہی اس کا سر کچل دیا جائے۔

مؤسّسینِ پاکستان اقبال اور جناح کے افکار میں تو زیادہ زور اسلام کے نظامِ اجتماعی پر تھا' یعنی اسلام کا سیاسی' اقتصادی اور سماجی نظام۔ (System of Social

Justice as given by Quran) لیکن تحریک پاکستان کی علماء و مشائخ نے جو حمایت کی تھی ان کے پیشِ نظر یہ تھا کہ اس خطے میں اسلامی قوانین اور اسلامی شریعت نافذ کی جائے۔ بے شمار علماء و مشائخ نے اس تحریک کی حمایت کی تھی۔ پیر جماعت علی شاہ' پیر صاحب مانکی شریف اور وقت کے تقریباً تمام مشائخ مسلم لیگ کے ساتھ تھے۔ اگرچہ جمعیت علماء ہند اور مولانا حسین احمد مدنیؒ قیامِ پاکستان کے مخالف تھے' لیکن علماء کی بہت بڑی تعداد تحریک پاکستان کے ساتھ تھی۔ خود شبیر احمد عثمانیؒ علماء دیو بند سے ٹوٹ کر آ گئے تھے! جمعیت علماء ہند سے کٹ کر جمعیت علماء اسلام بنی تھی اور اس نے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کا ساتھ دیا تھا۔ ان کے پیشِ نظر یہ تھا کہ اسلامی سزائیں اور اسلامی قوانین نافذ کیے جائیں۔ یہ دونوں پہلو سامنے رکھیے' جو ایک دوسرے سے قدرے مختلف لیکن درحقیقت لازم و ملزوم ہیں۔ قائداعظم اور علامہ اقبال دونوں کے نزدیک اسلام کا نظامِ اجتماعی تھا جو انسان کو عدل دیتا ہے' جبکہ علماء و مشائخ کے نزدیک اسلامی قوانین و شریعت خصوصاً حدود و تعزیرات کا نفاذ تھا جو اس نظام کو سہارا دیتے ہیں۔ لیکن ہوا کیا ہے؟ ساڑھے چھپن سال گزر گئے اور ان میں سے کسی ایک جانب بھی کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ لے دے کر ایک حدود آرڈیننس نافذ کیا گیا تھا' اس کے خلاف بھی ہمارے ہاں بغاوت ہے۔ اس کو ختم کرنے کے لیے آپ کا سارا elite طبقہ سراپا احتجاج بنا ہوا ہے' خواتین کی لیڈر کھڑی ہو گئی ہیں کہ اس کو ختم کیا جائے۔ اور ویسے بھی وہ اس پورے معاشرے میں غیر مؤثر ہے' اس کی بالکل کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہمارے ہاں زکوٰۃ نافذ کی گئی تو سود میں سے کمیشن لے لیا' اللہ اللہ خیر سلاّ۔ اس طرح زکوٰۃ بدنام ہو گئی' حالانکہ دعویٰ یہ تھا کہ نظامِ زکوٰۃ نافذ کیا جائے گا۔ ضرورت تو اس امر کی ہے کہ نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے سوشل سکیورٹی کا مکمل نظام نافذ کیا جائے' تاکہ ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی گارنٹی دی جا سکے۔ مغرب نے سوشل سکیورٹی کا نظام مسلمانوں کے نظامِ زکوٰۃ سے ہی اخذ کیا ہے کہ ریاست کے ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی کفالت حکومت کے ذمہ ہے۔ اگر کوئی کسی مل یا دفتر میں کام کر رہا ہے وہ تو اپنے پاؤں پر کھڑا ہے' لیکن اگر کسی کو کوئی ملازمت نہیں مل رہی تو حکومت کے

ذمہ ہے کہ اس کو اتنی رقم دے کہ وہ اپنا ضروری خرچ چلا سکے۔ کسی کے پاس مکان نہیں ہے تو حکومت اسے مکان مہیا کرے۔ انہوں نے poor houses بنائے ہوئے ہیں اور بے گھروں کو مکان کی چابی مل جاتی ہے۔ دعویٰ تھا کہ یہاں بھی یہ سب کچھ زکوٰۃ کے ذریعے ہو جائے گا۔ لیکن زکوٰۃ نافذ ہوئی بھی تو لولی لنگڑی' اس لیے کہ یہ تو زکوٰۃ کے نام پر سیاسی استحصال تھا۔

اب اس کا نتیجہ کیا ہے؟ اس کے بھی دو نتیجے ہیں۔ ایک نتیجہ خالص عقلی اعتبار سے ہے کہ پاکستان اپنی وجہِ جواز کھو چکا ہے۔ جو اِس کا مثبت مقصد تھا ساڑھے چھپن سال کے اندر بھی اس کی طرف پیش رفت نہیں کی گئی۔ کسی بھی شے کے وجود کے لیے کوئی وجہ جواز ہوتی ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ کوئی شے جب اپنی وجہ جواز کھو بیٹھے تو اب وہ ایک ایسی کشتی کے مانند ہے جس کا لنگر ہی نہیں' لہٰذا کوئی لہر آئے گی تو اسے اِدھر لے جائے گی' کوئی اور زوردار لہر آئے گی تو اُدھر لے جائے گی۔ ہم اِس وقت بے بنیاد ہیں۔ اس وقت زمین پر ہمارا کوئی قدم نہیں ہے' ہوا میں معلق ہیں۔ اس وقت ہم پر قرآن مجید کی وہ آیت راست آتی ہے جو یہود و نصاریٰ سے خطاب کر کے کہی گئی تھی:

﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ (المائدة:٦٨)

''(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! (اے یہودیو اور عیسائیو!) تم کسی شے پر قائم نہیں ہو (تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہے' تمہاری کوئی جڑ نہیں ہے) جب تک تم تورات' انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف (زبور اور دیگر صحیفے وغیرہ) نازل کیا گیا ہے قائم نہیں کرتے۔''

اسے میں یوں کہا کرتا ہوں کہ ہمارا مُنہ ہی نہیں ہے کہ ہم اللہ سے دعا کریں' ہماری دعا ہمارے مُنہ پر دے ماری جائے گی' کہ کس مُنہ سے دعا کرتے ہو؟ تم نے ہمارے قانون' ہماری ہدایت کو تو نافذ کیا ہی نہیں۔ پاکستان کو اِس وقت یہی صورت حال درپیش ہے۔

مذہبی اعتبار سے نتیجہ یوں نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ سے ہم نے وعدہ خلافی کی۔ ہم نے کہا تھا اے اللہ! ہمیں انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نجات دے۔ اس لیے کہ ہم پر

انگریز کی غلامی کے ساتھ ہندو کی غلامی بھی تھی۔ ہم ہندو کی معاشی غلامی میں مبتلا تھے۔ ہندو بنیا ایک گاؤں میں بیٹھا ہوتا تھا اور وہ سود پر رقمیں دے کر مسلمانوں کی زمینیں ہتھیا لیتا تھا۔ ہندوستان میں پورا کاروبار' پوری صنعت ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ بہت سے دانشور جب پاکستان کی برکات بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پورے انارکلی بازار میں مسلمانوں کی صرف ایک دکان تھی' جبکہ آبادی میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ تو ہمارے اوپر دو غلامیاں مسلط تھیں' ایک غلامی انگریز کی جو کہ عسکری' سیاسی اور ریاستی غلامی تھی' اور ایک ہندو کی معاشی اور سماجی غلامی۔ ہم ہندوؤں کے سماجی غلام بھی تھے۔ ہم ہندوؤں کے رسوم ورواج اور تہوار مناتے تھے' اور آج بھی مناتے ہیں۔ تو ہم نے اللہ تعالیٰ سے ان سے نجات کی دعائیں مانگی تھیں۔ میں خود اس کا عینی شاہد ہوں۔ اُس وقت میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا ایک کارکن اور رہنما بھی تھا۔ اس لیے کہ میں حصار ڈسٹرکٹ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا جنرل سیکرٹری تھا۔ وہاں صرف ہائی سکول کی فیڈریشن تھی' اس لیے کہ کالج تو پورے ضلع میں تھا ہی نہیں۔ صرف بھوانی نامی قصبے میں ایک کالج تھا جو ہندو سیٹھوں کا قصبہ تھا۔ ہم نے جلوس نکالے' نعرے لگائے: ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ!'' ہم نے جمعہ اور عیدین کے اجتماعات میں دعائیں مانگیں: اے اللہ! ہمیں ہندو اور انگریز کی دوہری غلامی سے نجات دے' تاکہ تیرے دین کا بول بالا کریں' تیرے نبی ﷺ کا دیا ہوا نظام قائم کریں۔ اللہ نے تو وعدہ پورا کر دیا' لیکن ہم نے اللہ سے وعدہ خلافی کی۔

سورۃ الاعراف کی آیت ۱۲۹ میں ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام سے جب کچھ اسرائیلیوں نے کہا تھا: اے موسٰی! آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں ستایا جاتا تھا اور اب بھی ستایا جا رہا ہے' یعنی آپ کی تشریف آوری سے ہماری حالت میں تو کوئی فرق نہیں آیا' تو انہیں موسٰیؑ نے جواب دیا تھا: ﴿عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّھْلِکَ عَدُوَّکُمْ﴾ ''قریب ہے تمہارا ربّ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے''۔ فرعون اور اس کے لاؤ لشکر کو تباہ کر دے۔ ﴿وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ﴾ ''اور زمین میں تمہیں خلافت عطا کرے (حکومت اور

طاقت دے)۔ ﴿فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''پھر وہ دیکھے گا تم کیا کرتے ہو!''
اسی امتحان میں ہم ساڑھے چھپن برس گزار چکے ہیں اور نا کام ثابت ہوئے ہیں۔ ہم نے
اللہ سے وعدہ خلافی کی ہے۔ اس وعدہ خلافی کا نتیجہ کیا ہے؟

جب کوئی قوم اجتماعی طور پر اللہ سے کوئی وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرے تو دنیا میں
اس کی یہ سزا ملتی ہے کہ اس قوم کے اندر اجتماعی طور پر نفاق اور منافقت کا مرض پیدا کر دیا
جاتا ہے۔ یہ نفاق اور منافقت اللہ کو کفر سے بھی زیادہ ناپسند ہے۔ جیسے فرمایا گیا ہے:
﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ﴾ (النساء: ۱۴۵) ''منافقین جہنم کے
سب سے نچلے درجے میں ہوں گے''۔ اس لیے کہ انہیں حضور ﷺ کی شفاعت سے محروم
کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ التوبۃ (آیت ۸۰) میں ارشاد ہوا: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا
تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ﴾ ''ان کے لیے
آپؐ خواہ استغفار کریں یا نہ کریں' اگر آپؐ ان کے لیے ستر بار بھی استغفار کریں تو بھی
اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔''

سورۃ التوبۃ کی آیات ۷۵ تا ۷۷ ملاحظہ کیجیے: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ﴾ ''اور ان
(مدینے کے منافقوں) میں ایک قسم اُن کی ہے جنہوں نے اللہ سے ایک عہد کیا تھا''
﴿لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''کہ اگر اللہ ہمیں
اپنے فضل سے نواز دے گا (غنی اور دولت مند کر دے گا) تو ہم خوب صدقہ و خیرات
کریں گے اور نیک لوگوں میں سے ہو جائیں گے''۔ ﴿فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا
بِهٖ﴾ ''پھر جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا تو انہوں نے بخل سے کام لیا''۔ اپنی
تجوریوں کے دروازے مقفل کر دیے۔ ﴿وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''وہ اپنے عہد
سے پھر گئے اور اللہ سے اعراض کیا''۔ ﴿فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ
بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ﴾ ''تو اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری پیدا کر دی
قیامت کے دن تک کے لیے بسبب اس خلاف ورزی کے جو انہوں نے اللہ سے وعدہ
کرنے کے بعد کی''۔ یہاں ''اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ'' کے الفاظ بہت خطرناک ہیں' لرزہ

طاری کر دینے والے ہیں۔ ﴿وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾ ''اور بسبب اس کے جو وہ جھوٹ بولتے رہے''۔ اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے رہے کہ ہم ایسا کریں گے۔ تو پاکستانی قوم اِس وقت اس اعتبار سے اجتماعی منافقت کا شکار ہو چکی ہے۔ صرف کچھ افراد ہیں جو اِس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ یہ بھٹکی ہوئی قوم اپنی راہ اور منزل کو دوبارہ یاد کرلے ع ''کبھی بھولی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو!'' تو ایسے لوگ مستثنیٰ ہیں۔ استثناءات سے تو قانون بالکل ثابت ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ Exceptions prove the rule — وہ قانون یہ ہے کہ آج ہم بحیثیت مجموعی دنیا کی منافق ترین قوم ہیں۔

ہمارے ہاں دو قسم کے نفاق پیدا ہو چکے ہیں۔ ایک قومی نفاق ہے۔ پہلے ہم ہندوؤں کے مقابلے میں ایک قوم تھے۔ ہم نے اپنی تحریک کے لیے ''دو قومی نظریہ'' کو بنیاد بنایا۔ آج ہم نفاقِ باہمی کا شکار ہو کر قومیتوں میں تحلیل ہو گئے۔ اب الگ الگ قومیں ہیں۔ چار تو شروع سے تھیں' پنجابی' پٹھان' بلوچی' سندھی' اب اس میں سرائیکی اور مہاجر قومیت کا اضافہ ہو گیا ہے' وہ بھی مدعی ہیں کہ ہماری علیحدہ قومیت ہے۔ الغرض یہ نفاقِ باہمی کے مظاہر ہیں۔

دوسرا نفاق کردار کا ہے' یعنی جھوٹ' وعدہ خلافی اور خیانت۔ حضور ﷺ نے فرمایا:
((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ' وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ' وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ))
''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بولے جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے' کہیں امین بنایا جائے تو خیانت کرے''۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: ((وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ)) ''چاہے وہ روزہ رکھتا ہو' نماز پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو''۔ یہ تین چیزیں ہمارے ہاں عوامی سطح پر تو جس طرح ہیں سب کو معلوم ہے' لیکن قابلِ توجہ اور قابلِ حذر بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں جو جتنا اونچے درجے پر ہے اتنا ہی جھوٹا' اتنا ہی وعدہ خلاف اور اتنا ہی بڑا خائن ہے۔ سینکڑوں ہزاروں تو کیا اب اربوں کی خیانتیں ہوتی ہیں' غبن

درغبن ہے۔گویا ہم اس وقت قومی سطح پر نفاق کے مریض ہیں۔

اس نفاق کے نتیجے کے طور پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ''عذابِ ادنیٰ'' کی شکل میں ۱۹۷۱ء میں ہم پر نازل ہوا۔ہمیں زبردست شکست ہوئی' ہمارے ۹۳ ہزار فوجی ہتھیار پھینک کر ہندوستان کی قید میں چلے گئے۔ پاکستان دولخت ہوا۔ ہمارے ٹائیگر جنرل نیازی نے جنرل اروڑہ کو اپنا پستول پیش کر دیا۔ یہ بدترین اور شرمناک ترین شکست تھی۔ یہ عذابِ ادنیٰ ہے۔قرآن مجید میں سورۃ السجدۃ کی آیت ۲۱ کے الفاظ ہیں:

﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾﴾

''ہم انہیں مزہ چکھائیں گے چھوٹے عذاب کا بڑے عذاب سے پہلے شاید کہ وہ لوٹ آئیں۔''

اللہ تعالیٰ کسی قوم کو جھنجوڑنے اور بیدار کرنے کے لیے چھوٹا عذاب بھیجا کرتا ہے' کبھی قحط کی شکل میں' کبھی سیلاب کی شکل میں' شاید کہ لوگ جاگ جائیں' اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔لیکن ہم نے عذابِ ادنیٰ سے' جو ایک حادثہ فاجعہ تھا' کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ پھر اب عذابِ اکبر ہے جو سر پر کھڑا ہوا ہے۔اور یہ عذابِ اکبر بھی دنیا کا ہے۔ دنیا میں عذابِ اکبر یہ ہوتا ہے کہ کسی قوم کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔ یہ دنیا میں مختلف قوموں پر آتا رہا ہے' قومِ نوحؑ قومِ لوطؑ قومِ صالحؑ وغیرہ پر یہ عذاب آیا تھا کہ: ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''پھر ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی''۔جڑ اگر برقرار رہے تو وہ پودا دوبارہ اُگ سکتا ہے' لیکن جڑ سے اُکھاڑ دیا جائے تو اب پودے کے دوبارہ اگنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔قرآن مجید میں ان اقوام کے لیے یہ الفاظ بھی آئے ہیں: ﴿لَا يُرٰى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ﴾ ''اب ان کے مسکنوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا''۔ قومِ ثمود نے چٹانیں تراش تراش کر جو محل بنائے تھے' ان میں رہنے والا اب کوئی نہیں ہے۔ اور یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ: ﴿كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا﴾ ''جیسے وہ ان میں کبھی آباد ہی نہیں تھے''۔نسیاً منسیاً ہو گئے۔ یہ ہے عذابِ اکبر! اور نوٹ کیجیے' میں کم سے کم ۱۹۸۴ء سے اس کا انذار کر رہا ہوں۔ پورے بیس سال ہو گئے ہیں۔ اِس پورے ملک کے اندر میں واحد شخص ہوں جو اُس وقت سے کہہ رہا ہے کہ اگر ہم نے یہاں اسلام قائم نہ کیا تو پاکستان کا

وجود نہیں رہے گا۔ یہ اپنی وجہ جواز کھو چکا ہے اور بے جواز چیز قائم نہیں رہا کرتی۔ اب بھی موقع ہے اسے مستحکم کرلو۔ میں نے اُس وقت ایک کتاب لکھی تھی ''استحکامِ پاکستان'' جس میں واضح کیا تھا کہ استحکام اس صورت میں آئے گا کہ یہاں اسلامی انقلاب آئے' اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی بھی قائم کیا جائے اور اسلامی قوانین اور شریعت بھی نافذ کی جائے۔ پھر میں نے اس کتاب کا دوسرا حصہ ''استحکامِ پاکستان اور مسئلہ سندھ'' کے عنوان سے تحریر کیا۔ اس کتاب کے آغاز میں جلی حروف میں یہ عبارت موجود ہے:

''۹۳ھ مطابق ۷۱۲ء میں اسلام بیک وقت
برعظیم ہند میں براستہ سندھ
اور براعظم یورپ میں براستہ سپین داخل ہوا تھا۔
سپین سے اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہوئے
پانچ سو برس ہو چکے ہیں!
کیا اب وہی تاریخ سندھ میں بھی دہرائی جانے والی ہے؟
آگ ہے' اولادِ ابراہیمؑ ہے' نمرود ہے!
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے؟
فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَار!''

۱۴۹۲ء میں سقوطِ غرناطہ کے بعد مسلم سپین کا وجود ختم ہو گیا اور ۱۶۰۲ء تک جزیرہ نما آئبیریا میں ایک مسلمان بھی باقی نہیں چھوڑا گیا۔ یا تو قتل کر دیے گئے یا جلا دیے گئے یا پھر جہازوں میں بھر بھر کر شمالی افریقہ کے ساحل پر پھینک دیے گئے۔ تو میں نے اس کتاب میں لکھا ہے: کیا یہی تاریخ ہندوستان میں بھی دہرائی جانے والی ہے؟ یہ میری ۱۹۸۶ء کی تحریر ہے۔ بنی اسرائیل جو سابقہ اُمت مسلمہ تھی جب ان پر بخت نصر کے ہاتھوں پہلا عظیم ترین عذاب آنے والا تھا' جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا بنایا ہوا معبد (مسجد اقصیٰ) اس طرح مسمار کر دیا گیا کہ اس کی کوئی دو اینٹیں بھی سلامت نہیں رہیں' اور

چھ لاکھ یہودی موقع پر قتل کیے گئے جبکہ چھ لاکھ کو وہ ہانک کر بابل (Babylonia) لے گیا جہاں وہ سو برس تک حالتِ غلامی میں رہے' جسے وہ Era of Captivity کہتے ہیں۔ [اُس وقت عراق کو سلطنت بابل (Babylonia) کہتے تھے اور بخت نصر اُس وقت کا نمرود تھا' اس لیے کہ عراق کے بادشاہوں کو نمرود کہا جاتا تھا] تو جب یہ سزا آنے والی تھی اُس وقت بنی اسرائیل کے انبیاء یسعیاہ' یرمیاہ اور حزقیل (علیہم السلام) مسلسل اِنذار کرتے رہے اور کہتے رہے کہ دیکھو درخت کی جڑ پر کلہاڑا رکھا جا چکا ہے! یہ بات غور طلب ہے کہ کلہاڑا تو گرتا ہے رکھا نہیں جاتا' لیکن آپ کے علم میں ہوگا کہ جلاد پہلے تلوار گردن پر رکھ کر معیّن کرتا ہے کہ اسے یہاں ضرب لگانی ہے' پھر وہ ضرب لگاتا ہے۔ اسی طرح کلہاڑے کو بھی پہلے لکڑی پر رکھا جاتا ہے کہ یہاں پر کلہاڑا مارنا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے انبیاء آگاہ کرتے رہے کہ اب تو ہوش میں آ جاؤ اور جاگ جاؤ۔ لیکن ع ''یہی ہے مرنے والی اُمتوں کا عالمِ پیری!'' کے مصداق کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی اور انہیں عبرت ناک صورت حال سے دوچار ہونا پڑا۔ حالی کے الفاظ ہیں ؎

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا؟
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا[1]
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے بھنور میں جہاز آ کے جس کا گھرا ہے
کنارا ہے دور اور طوفاں بپا ہے گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے
نہیں لیتے کروٹ مگر اہلِ کشتی!
پڑے سوتے ہیں بے خبر اہلِ کشتی!!

تو اِس وقت یہی ہمارا حال ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ سورۃ

---

(۱) مرض کی دوا کے بارے میں حدیثِ نبویؐ ہے:

((مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً)) (صحیح البخاری)

''اللہ نے جو بھی مرض پیدا کیا ہے اس کی شفا بھی پیدا کی ہے۔''

الاعراف میں ایک شخص بلعم بن باعوراء کا ذکر ہے: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا﴾ ’’(اے نبی ﷺ!) انہیں پڑھ کر سنایئے اس شخص کے حالات جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں‘‘۔ بعض لوگوں نے آیات کا ترجمہ ’’علم‘‘ کیا ہے‘ لیکن ایسا نہیں ہے۔ آیات معجزوں کو بھی کہتے ہیں اور کرامات کو بھی کہتے ہیں۔ اس لیے خرقِ عادت واقعہ نبیوں کے لیے معجزہ ہوتا ہے اور غیر نبی اور اولیاء اللہ کے لیے یہ کرامات ہوتی ہیں۔ تو بنی اسرائیل میں کوئی صاحبِ کرامت بزرگ تھا جو بہت بڑا عالم بھی تھا اور زاہد بھی۔ فرمایا جا رہا ہے ہم نے اسے اپنی آیات عطا کیں۔ ﴿فَانْسَلَخَ مِنْهَا﴾ ’’تو وہ ان سے نکل بھاگا‘‘۔ اس نے اپنے اس مقام کو چھوڑ دیا۔ تورات میں اس کا ذکر آتا ہے کہ وہ ایک عورت کے چکر میں پھنس گیا اور پھر اس کی ساری نیکی‘ سارا تقویٰ ختم ہو گیا ﴿فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ﴾ ’’تو اب شیطان اس کے پیچھے لگ گیا‘‘۔ یہ بڑا اہم مقام ہے‘ پہلے انسان خود غلط حرکت کرتا ہے تب شیطان اُس کے پیچھے لگتا ہے۔ پہلا فیصلہ انسان کا اپنا ہوتا ہے۔ ﴿فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾﴾ ’’پھر وہ ہو گیا بہت ہی گمراہ لوگوں میں‘‘۔ ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا﴾ ’’اور اگر ہم چاہتے تو اسے مزید بلندی عطا فرماتے‘‘ ﴿وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ﴾ ’’لیکن وہ تو زمین میں دھنستا چلا گیا‘‘ ﴿وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾ ’’اور وہ اپنی خواہشات (حیوانی خواہشات) کی پیروی میں لگ گیا‘‘۔ ﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ﴾ ’’اس کی مثال کُتے کی سی ہے‘ اس پر اگر تم بوجھ لاد دو گے تب بھی وہ ہانپے گا اور اگر اسے چھوڑ دو گے (کوئی چیز نہ لاد دو گے) تب بھی وہ ہانپے گا‘‘۔ اس کے اندر حرص اتنی زیادہ ہے کہ ہر وقت اس کی زبان باہر نکلی رہے گی اور رال ٹپکتی رہے گی۔ اب آگے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ﴾ ’’یہی مثال اس قوم کی ہے جو ہماری آیات کو جھٹلا دے‘‘۔ ﴿فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾﴾ ’’آپ یہ واقعہ بیان کر دیجیے شاید کہ یہ کچھ غور و فکر کریں‘‘۔ اگلی آیت میں فرمایا: ﴿سَآءَ مَثَلًا ۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾﴾ ’’بہت ہی بُری مثال ہے اس قوم کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلایا

اور وہ اپنے اوپر ہی ظلم کرتے رہے''۔

قرآن حکیم کی یہ مثال پاکستان پر صادق آتی ہے۔ پاکستان اللہ کی جانب سے ایک معجزہ تھا اور یہ باکرامت ملک تھا۔ اب دیکھئے پاکستان کی کرامات کیا تھیں۔ پہلے نمبر پر یہ کہ اُمت کی تاریخ کے دوسرے ہزار سال کے آغاز سے اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ مجددین عرب سے منتقل کر کے ہندوستان میں جاری کیا۔ مجدّدِ الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ یہیں کے مجدّد ہیں، جن کے بارے میں اقبال نے کہا ع ''وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہباں! اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار'' ...... ورنہ ہمہ اوستی تصور کے زیر اثر ہندوستان میں اسلام ختم ہونے کے قریب تھا۔ اس لیے کہ ''دینِ الٰہی'' کی صورت میں اسلام کا حلیہ بگاڑ دیا گیا تھا۔ دوسری کرامت یہ ہے کہ بیسویں صدی عیسوی میں جتنے اعاظمِ رجال ہندوستان میں پیدا ہوئے کہیں اور پیدا نہیں ہوئے۔ علامہ اقبال جیسے مفکّر، مولانا مودودیؒ جیسے مصنّف، مولانا الیاسؒ جیسے مبلّغ کی ٹکر کا شخص پوری دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ خلافت کی تحریک چلی تو صرف ہندوستان میں۔ حالانکہ خلافت تو پوری دنیا کے مسلمانوں کا مسئلہ تھا، لیکن کسی اور ملک کے مسلمانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی اور یہاں ایسے زور سے چلی کہ مہاتما گاندھی کو بھی اس میں شریک ہونا پڑا ـــــ اور ؎

بولیں اماں محمد علی کی   جان بیٹا خلافت پہ دے دو!
ساتھ ہو تیرے شوکت علی بھی   جان بیٹا خلافت پہ دے دو!

کی صداؤں سے پورا ہندوستان گونج گیا۔

چوتھی کرامت یہ ہے کہ یہاں آزادی کی تحریک چلی تو مذہب کی بنیاد پر چلی، ورنہ باقی پوری دنیا میں مقامی نیشنل ازم کی بنیاد پر تحریکیں چلیں۔ انڈونیشیا اور ملائیشیا میں ملائی نیشنلزم اور عالمِ عرب میں عرب نیشنل ازم کی تحریک چلی ہے، اسلام کی نہیں۔ مصطفیٰ کمال اتاترک نے ترک نیشنل ازم کی بنیاد پر ترکی کو بچایا، سلطنتِ عثمانیہ ختم ہوئی لیکن کم سے کم ترکی بچ گیا، ورنہ ترکی کا نام ونشان مٹ جاتا کیونکہ یورپ والوں میں انتقام کی آگ بھری ہوئی تھی کہ انہوں نے ہم پر ۴۰۰ برس تک حکومت کی ہے۔ اس لیے کہ پورا مشرقی یورپ

سلطنت عثمانیہ کے ماتحت تھا۔

پانچویں کرامت یہ کہ پاکستان معجزانہ طور پر بنا ہے۔ اس لیے کہ گاندھی جیسے لیڈر، کانگریس جیسی جماعت اور ہندوؤں کی اکثریت کے علی الرغم پاکستان بن گیا۔ ہندو مسلمانوں سے زیادہ مالدار اور تعلیم یافتہ تھے۔ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں میں بھی بہت سے مضبوط طبقات کانگریس کے ساتھ تھے۔ جمعیت علماء ہند بہت بڑی طاقت تھی۔ پنجاب میں احرار بہت بڑی طاقت تھے۔ سرحد میں سرخ پوش اور سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان بڑی طاقت تھے اور یہ سب کانگریس کے ساتھ تھے۔ گاندھی نے پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے صرف چند ہفتے پہلے کہا تھا کہ ''پاکستان صرف میری لاش پر بن سکتا ہے'' لیکن پاکستان بن گیا۔ حالانکہ قائداعظم ایک سال پہلے کم از کم دس سال کے لیے علیحدہ اور آزاد پاکستان کے مطالبے سے دستبردار ہو گئے تھے اور انہوں نے کیبنٹ مشن پلان قبول کر لیا تھا جس کی رو سے ہندوستان تین زونوں پر مشتمل ہوتا اور مرکزی حکومت ایک ہوتی۔

ان سب کے علاوہ ایک بڑی کرامت یہ ہے کہ پاکستان ۲۷ رمضان المبارک کو لیلۃ القدر میں گویا ''نازل'' ہوا ہے۔ اور ان سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے کچھ ہی عرصے کے بعد یہاں قراردادِ مقاصد پاس ہو گئی اور اس میں یہ اعلان ہو گیا کہ حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔ یہ گویا سیکولرزم کے خلاف بغاوت تھی کہ ہمارا حاکم اللہ ہے اور ہم اپنے اختیارات کو کتاب وسنت کی حدود کے اندر اندر استعمال کریں گے۔ ان ساری کرامات کے ہوتے ہوئے بھی ہم سیکولرزم کی طرف چلے گئے اور آج تک چلے جا رہے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ﴿فَاَتۡبَعَهُ الشَّيۡطٰنُ﴾ کے مصداق عالم انسانی کا سب سے بڑا شیطان (یہودی) ہمارے پیچھے لگ گیا۔ قراردادِ مقاصد کے مصنف لیاقت علی خان کو قتل کر دیا گیا جس کی جرأت اور مردانگی کا یہ عالم تھا کہ جب ان کے دورۂ امریکہ کے دوران یہودیوں نے ایک بڑے استقبالیہ میں ان سے کہا کہ اگر آپ اسرائیل کو تسلیم کر لیں تو ہم آپ کو یہ یہ مراعات دیں گے تو انہوں نے جواباً کہا:

"Gentlmen! our so uls are not for sale."

یعنی ''حضرات! ہماری روحیں بکاؤ مال نہیں ہیں'' اور ان کو اس کا مزہ انہوں نے یہ چکھایا کہ ایک مسلمان کے ہاتھوں قتل کرا دیا۔ تو اب شیطان پیچھے لگ گیا۔ ۱۹۵۶ء کے دستور میں کچھ اسلام آنے لگا تھا تو ایوب خان کو بلا کر اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا گیا کہ ۵۶ء کا دستور بھی ختم کرو اور اس دستور ساز اسمبلی کو بھی ختم کر دو' نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ یہ سب یہودیوں کی طرف سے ہو رہا ہے۔ بہرحال یہ آیاتِ الٰہی سے ہمارا نکل بھاگنا تھا جس کی وجہ سے شیطان ہمارے پیچھے لگ گیا اور آج ہم اس جگہ پر آ گئے ہیں کہ پاکستان شاید نسیاً منسیاً ہو جائے' یعنی بالکل ختم ہو جائے اور اس کا وجود تک نہ رہے۔ ع ''تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں''۔ یا پھر یہ کہ بھارت کا تابع مہمل بن کر رہ جائے اور سر جھکا کر رہے۔

دوسرا خارجی اور فوری سبب!

میں نے عرض کیا تھا کہ اس کے دو سبب ہیں۔ ایک اصل' بنیادی' داخلی اور خود کردہ سبب ہے' جبکہ دوسرا خارجی اور فوری ہے' جو باہر سے آیا ہے اور یہ فوری سبب ہے۔ اس کے پیچھے اصل قوت یہود اور اسرائیل کی ہے' جو پاکستان کا خاتمہ چاہتے ہیں یا کم از کم یہ کہ اس کا ایٹمی اثاثہ ختم کر دیں' چاہے عسکری حملہ کر کے یا کسی اور ذریعے سے' تاکہ اس کے ایٹمی دانت توڑ کر اسے ہندوستان کے سامنے ڈال دیا جائے اور یہ اس کا تابع مہمل بن جائے۔ جان لیجیے اس وقت یہودیوں کو خطرہ صرف پاکستان سے ہے۔ میں بارہا بیان کر چکا ہوں کہ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد' جس میں اسرائیل کو بڑی فتح حاصل ہوئی تھی' یہودیوں نے پیرس میں ایک جشن منایا اور اس میں بن گوریان نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہمیں کسی عرب ملک سے کوئی خطرہ نہیں ہے' ہمیں خطرہ ہے تو صرف پاکستان سے ہے۔ اور یہ بات ۱۹۶۷ء کی ہے جبکہ ابھی پاکستان ایٹمی طاقت نہیں تھا' اس کے باوجود انہیں پتا تھا کہ یہاں کچھ ایسے جذبات ہیں جن کی بنا پر امکان موجود ہے کہ یہاں اسلام ایک سماجی' سیاسی اور معاشی نظام کی حیثیت سے سامنے آ جائے۔ اور

بن گوریان ہی وہ شخص ہے جس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"The Golden Era of our Diaspora was Muslim Spain."

کہ ہمارے عہدِ انتشار (جس میں ہمیں فلسطین سے نکال دیا گیا تھا) کا بہترین دَور مسلم سپین کا دور تھا۔ سپین کی فتح میں یہودیوں نے طارق بن زیاد کی مدد کی تھی' اس لیے کہ عیسائی یہودیوں پر سخت ظلم ڈھاتے تھے۔ لہٰذا طارق بن زیاد اور بعد کے مسلمان حکمران یہودیوں کی بہت قدر کرتے تھے اور انہیں وہاں بڑا عروج حاصل ہوا۔ چنانچہ انہیں خوب اندازہ ہے کہ ان کے خلاف کہاں سے طاقت آئے گی۔ جان لیجئے کہ یہودی انبیاء کی پیشین گوئیوں کو خوب جانتے ہیں۔ حضورﷺ کی احادیث میں جو پیشین گوئیاں ہیں انہیں ان سے بھی پوری آگاہی ہے۔

امریکہ میں ۱۱ر ستمبر کا واقعہ اسرائیل کی ''موساد'' نے ہی امریکہ میں بہت اعلیٰ مناصب پر فائز یہودیوں کے تعاون سے کرایا جو وہاں کی انتظامیہ کے اندر گھسے ہوئے ہیں' ورنہ یہ ناممکن تھا۔ امریکہ کے حکمرانوں میں سے ایک بہت بڑے ذمہ دار شخص نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اسامہ کے پاس کوئی ایسا ساز وسامان نہیں ہے کہ وہ ۱۱ر ستمبر والا واقعہ کر سکے۔ یہ بات اُس وقت میں نے بھی کہی تھی کہ ایسی مہم جوئی اسامہ کے لیے ممکن نہیں۔ اب تو اس پر کتابیں لکھی جا چکی ہیں' لیکن وہ ان چیزوں کو منظر عام پر نہیں آنے دیتے۔ اس فیصلے کے اندر امریکی حکومت کے لوگ موساد کے ساتھ شامل تھے۔ جہاز نے جیسے ہی ٹیک آف کیا تھا ایک گیس چھوڑ دی گئی تھی جس سے پائلٹ اور مسافر سب ہلاک ہو گئے اور اس جہاز کے اندر ایک کمپیوٹرائزڈ پروگرام پہلے ہی رکھا جا چکا تھا کہ جیسے ہی پائلٹ ختم ہو وہ کمپیوٹر جہاز کا پورا نظام کنٹرول کرے گا اور اس میں سارا پروگرام کہ جہاز کو کہاں جانا ہے اور کہاں ٹکرانا ہے پہلے سے feed کر دیا گیا تھا۔ بہرحال یہ ۱۱ر ستمبر کا سانحہ یہودیوں کا کیا ہوا ہے' لیکن طاقتور ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس کا رخ فوراً ''القاعدہ'' کی طرف پھیر دیا گیا۔ اور میں نے تو ''القاعدہ'' کا لفظ پہلی بار صدر بش کی زبان سے ہی سنا تھا' ورنہ میرے علم میں نہیں تھا کہ یہ کون سی تنظیم ہے اور اس کا صغریٰ کبریٰ کیا ہے۔

جب ۱۱ر ستمبر کا حادثہ پیش آ گیا تو صدر مشرف ایک ہی ٹیلی فون پر بتاشے کی طرح بیٹھ گئے اور ''یوٹرن'' لے لیا۔ گویا ع ''دھمکی میں مر گیا' جو نہ بابِ نبرد تھا!'' اس حادثے کے پانچ دن بعد ۱۶ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو انہوں نے علماء و مشائخ کا ایک اجلاس بلایا اور اس میں مجھے بھی دعوت دی گئی' حالانکہ میں نہ تو سکّہ بند علماء میں سے ہوں اور نہ مشائخ میں سے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کو میرے ذریعے سے کچھ کہلوانا تھا جس کی ایک شکل پیدا کر دی گئی۔ دراصل صدر صاحب نے ان لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لیے بلایا تھا جو رائے عامہ ہموار کرنے میں حصہ لیتے ہیں۔ صدر صاحب کی تقریر کے بعد سب لوگوں نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ ایک حق بات تو سب نے کہی کہ جناب ابھی تک اسامہ اور طالبان کے خلاف کوئی جرم ثابت نہیں ہوا ہے اور ثبوتِ جرم کے بغیر سزا دینا عدل و انصاف کے اصولوں کے خلاف ہے۔ لیکن اکثر حضرات نے یہ باتیں ذرا دبی زبان میں کہیں' جبکہ کچھ لوگوں نے تو بڑا چاپلوسانہ انداز اختیار کیا' جس سے مجھے غصہ آنا شروع ہو گیا۔ جب میری باری آئی تو میں نے کہا ''دیکھئے صدر صاحب! اگر آپ نے اِس وقت طالبان کے خلاف امریکہ کا آلہ کار بننا پسند کیا تو تین باتیں نوٹ کر لیجئے! اوّلاً یہ عدل و انصاف کے مسلّمہ اصولوں سے بغاوت ہو گی' اس لیے کہ ابھی کوئی جرم ثابت نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ کہ یہ غیرت اور حمیت کے خلاف ہو گا۔ ہم نے طالبان حکومت کی حمایت کی۔ پاکستان نے طالبان کو بے نظیر کے دورِ حکومت میں وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر کے ذریعے سے سپانسر کیا اور خود امریکہ اسے سپانسر کرنے والوں میں شامل ہے' اور ہم نے طالبان حکومت کو تسلیم بھی کیا ہے اور اسلام آباد میں آج بھی اس کا سفارت خانہ موجود ہے' ان کے سفیر مُلّا ضعیف موجود ہیں۔ بس صرف ایک دھمکی پر آپ ان سے پیٹھ پھیر لیں یہ سراسر غیرت و حمیت کے منافی ہے۔ آخر غیرت بھی کسی شے کا نام ہے ۔

غیرت ہے عجب چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِ دارا!

لیکن ہمارا حال بحیثیت مجموعی یہ ہو گیا ہے کہ اب کوئی غیرت و حمیت باقی نہیں رہی۔

ع ''حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے''۔ اور تیسری بات میں نے یہ کہی کہ یہ اللہ اور اس کے دین اسلام کے خلاف بغاوت ہوگی۔ اس لیے کہ ایک مسلمان ملک کے خلاف ایک غیر مسلم کی مدد کرنا اسلام سے بغاوت ہے۔

صدر صاحب نے اپنی تقریر میں تین مصلحتیں بیان کی تھیں کہ ''امریکہ کا ساتھ دینے سے (i) ہمارا کشمیر کا مسئلہ حل ہو جائے گا' امریکہ اسے حل کرا دے گا۔ (ii) ہمارا ایٹمی اثاثہ محفوظ رہے گا۔ (iii) ہم اس وقت کسی خطرے سے دوچار نہیں ہوں گے''۔ میں نے کہا کہ آپ کی یہ تینوں باتیں ٹھیک ہیں' لیکن یہ عارضی ہیں۔ بہت جلد آپ کی باری بھی آ کر رہے گی۔ اس لیے کہ ان تمام واقعات کے پیچھے اصل سازش اسرائیل کی ہے' امریکہ کی نہیں ہے اور اسرائیل کا سب سے بڑا ہدف پاکستان ہے۔ اسرائیلیوں کو توقع یہ تھی کہ امریکہ ایک دم افغانستان اور اس کے حمایتی پاکستان پر جھپٹے گا' لہٰذا آپ کی باری تو آ کر رہے گی' یہ نہ سمجھئے کہ آپ بچ جائیں گے۔

اب مجھے قطعاً خوشی نہیں ہے کہ میری پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔ مجھے افسوس ہے' لیکن مجھے بھی یہ توقع نہیں تھی کہ اتنی جلدی معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔ آج صورت حال یہ ہے کہ وہ تمام مصلحتیں ایک ایک کر کے دامن چھڑاتی جا رہی ہیں۔

سب سے پہلے مسئلہ کشمیر کو لیجئے! اوّلاً یہ کہ بھارت کے مقابلے میں ہمیشہ سے ہمارا موقف یہ رہا ہے کہ پہلے کشمیر پر بات ہوگی پھر کسی اور مسئلے پر! اور یہ بات بہت عرصے سے چلی آ رہی ہے۔ لیکن اب ہم اس سطح پر آ گئے ہیں کہ باقی ساری باتیں ہو رہی ہیں مگر کشمیر کے مسئلہ پر بحث و مذاکرہ کہیں آس پاس بھی نہیں ہے۔ ہمارے وزیر خارجہ بھی کہہ رہے ہیں یہ کوئی ایک دو دن یا دو چار مہینوں میں حل ہونے والا مسئلہ نہیں ہے۔ کشمیر پر بات کرنے سے قبل بھارت جو Full Normalization چاہتا تھا آج ہم نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ ثانیاً یہ کہ جس جہاد کو ہم چودہ سال سے سپانسر کر رہے تھے اور اسے جہاد فی سبیل اللہ قرار دے رہے تھے اس سے بھی ہم نے ہاتھ اٹھا لیا۔ اس کا ردّعمل کشمیریوں میں یہ ہوا ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ پاکستان نے ہم سے دھوکہ کیا ہے'

اس نے ہم کو مروایا ہے۔ میں جہاد کے نام پر کشمیر میں خفیہ مداخلت کا ہمیشہ سے مخالف تھا' اب میں بڑی تلخ بات کہہ رہا ہوں کہ پاکستان نے کشمیریوں سے ۱۹۶۵ء کا بدلہ لیا ہے۔ پاکستان نے ۱۹۶۵ء میں اپنے بہترین کمانڈوز کو اس توقع پر کشمیر میں داخل کر دیا تھا کہ کشمیری مسلمان مدد کریں گے' لیکن کشمیریوں نے کوئی حمایت نہیں کی اور وہ تقریباً سارے کے سارے شہید ہو گئے۔ اس کے برعکس یہ ہوا کہ بھارت پلٹ کر لاہور پر حملہ آور ہو گیا اور ہماری ساری کوشش ناکام ہو گئی۔ کشمیریوں کے جہادِ حریت میں اگرچہ پاکستان سے بھی بہت سوں نے وہاں جا کر جانیں دی ہیں' لیکن مصائب کا اصل پہاڑ تو کشمیریوں پر ٹوٹتا رہا ہے' عصمت دری تو ان کی عورتوں اور بیٹیوں کی ہوئی ہے' انہی کے گھروں کو مسمار کیا گیا ہے' انہی کی آبادیاں تھیں جو تھوک کے حساب سے جلا دی گئیں اور انہی کی دکانیں ختم ہوئی ہیں۔ میرے نزدیک پاکستان نے کشمیریوں سے گویا ۱۹۶۵ء کا بدلہ لیا ہے جبکہ انہوں نے پاکستان کی حمایت نہیں کی تھی۔

دوسرے یہ کہ اس وقت ایٹمی پروگرام کی بھی جو صورت بن چکی ہے نہایت مخدوش ہے۔ ہمارے خلاف بھرپور مقدمہ تیار ہو چکا ہے کہ دنیا میں جو بھی ایٹمی پھیلاؤ ہوا ہے پاکستان اس کا مرکز ہے۔ اور ہم نے اپنے ٹیلی ویژن پر اپنے سب سے بڑے ایٹمی سائنس دان سے اقرار کروا کر یہ الزام تسلیم بھی کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ ایران اور لیبیا نے بھی ہمارے خلاف چغلی کھائی ہے۔ تو اب ہمارے خلاف مقدمہ تیار ہے۔ اور ان کے پاس اس وقت سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ پاکستان میں اس بات کا خطرہ موجود ہے کہ مولوی برسر اقتدار آ جائیں۔ متحدہ مجلس عمل کو جو کامیابی حاصل ہوئی ہے اور بڑی بڑی داڑھیوں اور پگڑیوں والے حضرات کی معتد بہ تعداد پاکستان کی پارلیمنٹ میں پہنچ چکی ہے' جبکہ اس سے پہلے صرف دو تین ہوا کرتے تھے' تو اس سے انہیں خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ کسی مرحلے پر بھی حکومت غیر مستحکم ہو کر ان کے پاس جا سکتی ہے۔ مشرف کو مارنے کی دو مرتبہ نہیں کئی مرتبہ کوشش کی جا چکی ہے' لہٰذا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ یہ ایٹمی ہتھیار بنیاد پرستوں (ان کے بقول دہشت گردوں) کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔ لہٰذا وہ چاہتے

ہیں کہ اپنا ایٹمی پروگرام یا تو ہمارے حوالے کر دو یا ہمارا کنٹرول قبول کرو' تا کہ ہم کسی بھی وقت آ کر معائنہ کر سکیں کہ تم کوئی قابل اعتراض حرکت تو نہیں کر رہے ہو۔ اور اب یہ مطالبہ آئے گا کہ اس کو رول بیک کرو' کیپ کرو' ورنہ تمہارا حشر بھی وہی ہو گا جو افغانستان وعراق کا ہو چکا ہے۔

خود مشرف صاحب نے حالیہ علماء کنونشن میں کہا ہے کہ پاکستان پر حملہ بھی ہو سکتا ہے۔ ان کی ایک بات کی میں ہمیشہ تعریف کرتا رہا ہوں کہ یہ صاف گو انسان ہیں منافق نہیں ہیں' جو اُن کے دل میں ہوتا ہے کھل کر کہہ دیتے ہیں' البتہ ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ پاکستان کی نظریاتی بنیادوں سے واقف نہیں ہیں' وہ پاکستان کی وجہ جواز کو نہیں جانتے' لیکن پاکستان سے مخلص ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ مستحکم رہے۔ اور اس اعتبار سے وہ صاف گو ہیں۔ لہٰذا انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم پر حملہ ہو سکتا ہے' یہ نہ سمجھو کہ یہ کوئی بہت ہی بعید بات ہے۔ البتہ اب انہوں نے ایٹمی ہتھیاروں کے بارے میں جو یہ بات کہی ہے کہ ہم جان دے کر بھی ان کی حفاظت کریں گے' میں نے اس پر جمعۃ المبارک کے خطبے میں انہیں مبارک باد دی اور میں نے دعا بھی کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور پوری فوج کو استقامت عطا کرے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا معروضی حقائق بدل گئے ہیں؟ ہمارے دانشور اور کالم نویس یہ کہتے رہے ہیں کہ احمق لوگ ہیں جن کا موقف یہ ہے کہ ہمیں ڈٹ جانا چاہیے تھا' جو زمینی حقائق سے واقف ہی نہیں ہیں۔ زمینی حقائق تو اب پہلے سے زیادہ خوفناک ہیں۔ یہ بھی مشرف صاحب کی ہمت ہے کہ اگرچہ خود اُن کا مقصد پورا کر رہے ہیں لیکن ابھی تک انہوں نے امریکی افواج کو پاکستانی علاقے میں آپریشن کرنے کی اجازت نہیں دی' حالانکہ ان پر شدید دباؤ ہے۔ ایک بڑا امریکی اہلکار تو کہہ کر بھی گیا ہے کہ مشرف ابھی نہیں مانتے' لیکن مسکرا کر کہا کہ ''مان جائیں گے''۔ اس مسکراہٹ میں یہ پیغام مضمر تھا کہ ہم نے ذوالفقار علی بھٹو کو دھمکی دی تھی اور پوری کر کے دکھا دی تھی' لیاقت علی خان نے ہمارے نظام کو چیلنج کرنا چاہا تھا تو اس کا انجام تم خوب جانتے ہو۔ شاہ فیصل شہید نے ہمارے خلاف تیل کا ہتھیار استعمال کیا تھا' اُن کا حشر بھی

تمہیں یاد ہے! تو ذرا ایک اور دھمکی دیں گے۔ ایک دھمکی میں اس نے پہلے بھی سرِ تسلیم خم کر دیا تھا تو دوسری دھمکی میں یہ بات بھی مان' جائے گا۔ ع ''دھمکی میں مر گیا' جو نہ بابِ نبرد تھا!'' —— اللہ کرے ایسا نہ ہو' اللہ کرے کہ وہ ثابت قدم رہیں —— لیکن کیا آپ امریکہ کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ زمینی حقائق کو دیکھئے تو کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی' ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں۔

نجات کی واحد راہ: توبہ!

البتہ نجات کی ایک راہ ابھی کھلی ہوئی ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ﴾ (الزخرف: ۸۴)

''اللہ وہ ہے جو آسمان میں بھی الٰہ ہے (معبود ہے' حاکم ہے) اور زمین میں بھی الٰہ ہے۔''

ایسا نہیں کہ زمین کا خدا کوئی اور ہے اور آسمان کا خدا کوئی اور۔ لیکن اِس وقت امریکہ دعوے دار ہے کہ زمین کا خدا میں ہوں۔ گویا یہ دنیا میں نائبِ دجّال کی حیثیت میں آ گیا ہے۔ جیسے امام خمینی نے کہا تھا کہ امام مہدی تو جب آئیں گے آئیں گے' کوئی نائبِ مہدی بھی کھڑا ہو اور کام کرے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے آپ کو نائب امام قرار دیا۔ تو یہ دجال کا نائب ہے جو پوری زمین پر قبضہ کرنے کے ارادے سے سامنے آ گیا ہے۔ لہٰذا چونکہ اللہ ہی آسمانوں کا بھی خدا ہے اور زمین کا بھی' تو اُس کی مدد کو پکارو' وہ مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ غیر مرئی ذریعوں سے تمہاری مدد ہو گی' فرشتے تمہاری مدد کو آئیں گے' اللہ تعالیٰ معجزے دکھا کر بھی تمہیں بچائے گا' بشرطیکہ ثابت قدم رہو۔ لیکن اللہ کی امداد کے حصول کے لیے ایک لازمی شرط ہے اور اس کا نام ہے ''توبہ'' کہ پلٹو اللہ کی طرف! تم نے پاکستان کی منزل بھلا دی تھی' اسے دوبارہ یاد کرو۔ پاکستان کے مقصد کو پورا نہیں کیا تھا اب اس کا کم سے کم آغاز کر دو! مجھے اُمید ہے کہ محض آغاز پر بھی اللہ کی رحمت ہمارے شاملِ حال ہو جائے گی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اسلام ایک دم نافذ کر دو' پوری شریعت ایک دم نافذ کر دو' میں بھی مانتا ہوں کہ یہ ایک دم ہونے والی بات نہیں ہے۔ لیکن

ایک عزمِ صادق کے ساتھ آغاز تو کرو۔

اللہ تعالیٰ توبہ کو reciprocate کرتا ہے۔ یعنی اللہ اور بندے کے مابین توبہ کا معاملہ دو طرفہ ہوتا ہے۔ بندے بھی تواب بھی ہوتے ہیں اللہ بھی تواب ہے۔ بندے اُس کی طرف پلٹتے ہیں تو اللہ بھی پلٹتا ہے۔ بندے اپنے گناہ اور عصیان کی وجہ سے اللہ سے رخ موڑ لیتے ہیں تو اللہ بھی ان کی جانب سے رُخ موڑ لیتا ہے۔ بندے اللہ کی طرف دوبارہ متوجہ ہو جائیں تو اللہ بھی اپنی رحمت کے ساتھ دوبارہ متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی شان کیا ہے؟ ایک حدیثِ قدسی میں آیا ہے:

((اِنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً)) (متفق علیه)

''میرا بندہ اگر میری طرف بالشت بھر آئے میں ہاتھ بھر آؤں گا' اگر وہ ہاتھ بھر آئے تو میں بازو بھر آؤں گا اور اگر وہ چل کر آئے تو میں دوڑ کر آؤں گا۔''

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو طرفہ معاملہ۔

حکومت کی سطح پر توبہ

اب حکومت کی سطح پر توبہ کا آغاز کیا ہے؟ پاکستان کے دستور میں قراردادِ مقاصد پہلے ایک دیباچے کی شکل میں تھی اور اب وہ دفعہ ۲۔الف کی حیثیت سے دستور کا حصہ بن چکی ہے۔ پھر ایک موقع پر دفعہ ۲۲۷ آئی تھی جس کے الفاظ ہیں:

"No Legislation will be done repugnant to the Quran and Sunnah"

یعنی ''پاکستان میں قرآن وسنت کے خلاف نہ کوئی قانون نافذ رہے گا نہ مزید بنے گا۔''

گویا موجودہ (existing) قوانین بھی اگر خلافِ شریعت ہیں تو انہیں ختم کیا جائے گا اور مزید قانون سازی بھی قرآن وسنت کے خلاف نہیں کی جائے گی —— لیکن ایک چور دروازہ ایسا کھلا ہوا ہے کہ دونوں آرٹیکل غیر مؤثر (defunct) ہیں۔ قراردادِ مقاصد کو ہمارے جسٹس نسیم حسن شاہ صاحب نے یہ کہہ کر ردّ کر دیا کہ یہ بھی باقی دفعات کی طرح

دستور کی بس ایک دفعہ ہے‘ دستور کی باقی دفعات کے اوپر حاکم تو نہیں ہے۔ لہٰذا یا تو اس کے ساتھ اضافہ کیا جائے کہ: Not withstanding anything against it. یعنی قراردادِ مقاصد (دفعہ ۲۔الف) پورے دستور پر حاوی رہے گی۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا‘ بلکہ ایک مزید چور دروازہ فراہم کر دیا گیا کہ دفعہ ۲۲۷ کو اسلامی نظریاتی کونسل کے ساتھ نتھی کر دیا کہ وہ جن قوانین کو خلافِ شریعت سمجھے گی اُن پر مسلسل غور کرتی رہے گی اور مسلسل رپورٹیں پیش کرتی رہے گی۔ لیکن اس سے آگے کچھ صراحت نہیں کہ ان رپورٹوں کا حشر کیا ہوگا۔ اس کونسل پر مسلمانوں کا کروڑوں روپیہ خرچ ہو چکا ہے‘ کیونکہ پاکستانی خزانہ مسلمانوں کا ہی ہے۔ اس کونسل نے جتنی سفارشات بھی پیش کیں ان میں سے آج تک ایک کی بھی تنفیذ (implementation) نہیں کی گئی‘ ان سفارشات اور رپورٹوں کے مسودات سے وزارتِ قانون‘ وزارتِ داخلہ‘ وزارتِ مذہبی امور اور وزارتِ مالیات کی الماریاں بھری پڑی ہیں۔ تو پہلا کام یہ ہو جانا چاہیے کہ دستور میں موجود اِس چور دروازے کو بند کر دیا جائے‘ تاکہ اصلاح کا مرحلہ شروع ہو جائے۔

ضیاء الحق صاحب نے فیڈرل شریعت کورٹ کے نام سے ایک بہترین ادارہ قائم کیا تھا کہ کسی قانون کے خلافِ شریعت ہونے کے بارے میں عدالت فیصلہ کرے گی۔ اس صورت میں ہر شخص عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے کہ فلاں قانون اسلام کے خلاف ہے‘ اسے ختم کرو۔ اب اگر شریعت کورٹ اسے کتاب وسنت کے منافی قرار دے دیتی ہے تو اسے اختیار ہوگا کہ وہ اسے ختم کر دے۔ البتہ اگر وہ قانون مرکزی حکومت سے متعلق ہوگا تو اسے مہلت دے گی کہ اتنے مہینوں کے اندر اندر اس قانون کا کوئی بدل بنا لو ورنہ فلاں تاریخ سے یہ دفعہ ساقط ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر وہ معاملہ صوبائی حکومت سے متعلق ہوگا تو یہ نوٹس صوبائی حکومت کو چلا جائے گا اور مہلتِ مدت گزرنے کے بعد وہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ لیکن ضیاء الحق صاحب نے ساتھ ہی شریعت کورٹ کو دو ہتھکڑیاں بھی پہنا دیں اور دو بیڑیاں بھی ڈال دیں‘ کہ دستورِ پاکستان اُس کے دائرے سے خارج ہے‘ عائلی قوانین اُس کے دائرہ کار سے خارج ہیں‘ کریمینل اور سول کوڈ بھی اُس

کے دائرے سے خارج ہیں اور مالی معاملات بھی دس سال کے لیے اُس کے دائرے سے خارج ہیں۔ دس سال کی مدت چونکہ ٹائم بم کی طرح تھی لہٰذا وہ پھٹ گئی اور ہماری شرعی عدالت نے بینک انٹرسٹ کو ''ربا'' قرار دے کر حرام قرار دے دیا۔ لیکن دس سال کے بعد اس کا جو حشر ہوا ہے وہ انتہائی افسوس ناک ہے۔ کم سے کم ۱۵ سال کی مشقت اور محنت کو ایک فیصلے نے صفر کر دیا۔ وفاقی شرعی عدالت کے ایک جج تقی عثمانی صاحب کو بھی نکال کر باہر پھینک دیا گیا کہ شریعت کے معاملے میں یہ ایک روڑا ہے جو چبایا نہیں جاسکے گا۔ اس کے بعد دو جج اور لائے گئے' لیکن گمانِ غالب ہے کہ ان سے پہلے ہی وعدہ لے لیا گیا کہ تم بینک انٹرسٹ کو سود نہیں کہو گے' تب ان سے حلف اٹھوایا گیا (واللہ اعلم!)۔ تو پہلے نمبر پر یہ ضروری ہے کہ دفعہ ۲۲۷ کو قراردادِ مقاصد کے ساتھ نتھی کر دیا جائے' یعنی ۲۔اے کے بعد ۲۔بی کر دیا جائے' تا کہ معلوم ہو کہ قراردادِ مقاصد میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہ اس کی تنفیذ کا ذریعہ ہے۔ اور اسلامی نظریاتی کونسل (Council of Islamic Idealogy) کو چاہے ختم کر دیا جائے چاہے اسے اپنے لیے سفارشات حاصل کرنے کے لیے باقی رکھا جائے' لیکن فیڈرل شریعت کورٹ کی یہ ہتھ کڑیاں اور بیڑیاں کھول دی جائیں۔ اس لیے کہ اسلام مکمل نظامِ حیات ہے' اس کے حصے بخرے نہیں ہوسکتے۔ قرآن کریم میں اس طرزِ عمل پر شدید وعید وارد ہوئی ہے:

﴿اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَتَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ یَّفۡعَلُ ذٰلِکَ مِنۡکُمۡ اِلَّا خِزۡیٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یُرَدُّوۡنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الۡعَذَابِ ؕ﴾ (البقرۃ:۸۵)

''کیا تم کتاب (اور سنت) کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو رَدّ کرتے ہو؟ تو تم میں سے جو کوئی بھی یہ حرکت کرے گا اُس کی سزا دنیا کی زندگی میں رسوائی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اور آخرت میں انہیں شدید ترین عذاب میں جھونک دیا جائے گا۔''

کیونکہ اس طرح تو وہ منافق ہوئے! شریعتِ الٰہی کے ایک حصے کو ماننا اور ایک کو نہ ماننا منافقت ہے' اور منافقین کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ﴾ (النساء:١٤٥)

''یقیناً منافقین آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔''

مزید برآں شریعت کورٹ کے ججوں کا سٹیٹس ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے برابر رکھا جائے۔ کسی جج کو معطل نہیں کیا جا سکتا' چاہے ہائی کورٹ کا جج ہو یا سپریم کورٹ کا' ایک دفعہ کوئی جج بن گیا ہے تو چاہے وہ حُکّامِ بالا کی پسند کے خلاف فیصلہ دے دے اسے نکالا نہیں جا سکتا' اس سے تقی عثمانی جیسا سلوک نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اس کے فیصلوں کے ضمن میں ریویو کی گنجائش کشادہ رکھی جائے۔ پھر شریعت کورٹ کے ججوں کی تنخواہیں اور مراعات بھی ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے برابر کر دی جائیں۔ یہ کام اگر ہو جائے تو یوں سمجھئے حکومتی اور ریاستی سطح پر ''توبہ'' کا آغاز ہو جائے گا۔

ہم نے نواز شریف کے زمانے میں سود کے خلاف ایک مہم چلائی تھی۔ میاں محمد شریف' نواز شریف' شہباز شریف اور عباس شریف چاروں ''شرفاء'' دو مرتبہ میرے پاس تشریف لائے اور پکا قول و قرار کر کے گئے کہ ہم سود کو ختم کریں گے۔ میاں شریف صاحب نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ چھ مہینے کے اندر اندر سود کو ختم کرو۔ اگرچہ میں نے کہا تھا کہ ایک سال کی مہلت بھی ٹھیک ہے' لیکن انہوں نے کہا نہیں' ہمیں صرف چھ مہینے میں اسے ختم کرنا ہے۔ لیکن ختم کیا کرنا تھا' اس مسئلے کا تو بیڑا ہی غرق کروا دیا۔

عوام کی سطح پر توبہ

دوسری توبہ عوام کی سطح پر ہے۔ عوام انفرادی سطح پر توبہ کریں' حرام سے اجتناب اور حلال پر اکتفا کا فیصلہ کریں' فرائض کی ادائیگی کا فیصلہ کریں' بے حیائی' بے شرمی' فحاشی' عریانی سے بچیں اور اس مغربی تہذیب کو مکمل طور پر چھوڑ دیں۔ مولانا ظفر علی خان کا بڑا پیارا شعر ہے۔

تہذیبِ نو کے منہ پہ وہ تھپّڑ رسید کر
جو اِس حرام زادی کا حُلیہ بگاڑ دے!

آپ میں سے کتنے لوگ ہیں جو یہ سب کرنے کو تیار ہوں؟ کتنے لوگ ہیں جو اپنے ہاں شرعی پردہ نافذ کریں؟ کتنے لوگ ہیں جو اپنی آمدنی کے اندر سے سود کو نکال باہر کریں؟ ......لیکن یہ سب کرنا ہوگا۔ یہ انفرادی توبہ کریں گے تو اللہ سے دعا کرنے کا مُنہ بھی ہوگا کہ اے اللہ! میں توبہ کرتا ہوں' اے اللہ! اس توبہ کو قبول فرما! اے اللہ! میں درخواست کرتا ہوں کہ ہمیں مہلت دے۔ میرے نزدیک ہمارے پاس اس وقت زیادہ سے زیادہ دو یا اڑھائی سال کی مہلت ہے' فیصلے کی آخری گھڑی آ چکی ہے' درخت کی جڑ پر کلہاڑا رکھا جا چکا ہے۔ ہمارے خاتمے کی اُلٹی گنتی شروع کی جا چکی ہے۔ لیکن ابھی ایک راستہ کھلا ہے' ابھی مہلت ہے' لیکن یہ مہلت توبہ کے بغیر سودمند نہیں ہوگی۔

مزید یہ کہ اس ملک کے عوام اپنے آپ کو اقتصادی پابندیوں (sanctions) کے لیے تیار کریں۔ مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ امریکہ پاکستان پر براہِ راست حملہ کرنے کی جرأت کرے۔ اس لیے کہ امریکہ کی تو فوج خود ہی حکومت کو جواب دے چکی ہے کہ ہمارا معاملہ بہت زیادہ out-stretched ہو گیا ہے اور اب ہم فوری طور پر کسی اور ملک میں فوجی کارروائی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ امریکہ کو جو اپنے اوپر زعم تھا کہ "!We can do it alone" وہ سب خاک میں مل گیا ہے۔ اب امریکہ دوسرے ملکوں سے ہاتھ جوڑ کر کہہ رہا ہے کہ خدا کے لیے ہمارا ساتھ دو! تم افغانستان میں ہماری مدد کو آ گئے تھے تو اَب عراق میں بھی آ جاؤ۔ اب وہ گویا اپنا تھوکا ہوا چاٹ رہا ہے۔ لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری ایٹمی صلاحیت کو نقصان پہنچائے' اور مشرف نے بھی یہ کہا ہے' کیونکہ اب ان کے علم میں آ چکا ہے کہ یہ ایٹمی ٹیکنالوجی کہاں ہے' ہم جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں وہ جانتے ہیں۔ تو اگر کچھ میزائل صحیح نشانے پر پڑ گئے تو سب ختم ہو جائے گا۔ تقریباً تیس سال پہلے عراق کے ایٹمی پلانٹ کو اسرائیلی جہازوں نے بمباری کر کے تہس نہس کر دیا تھا۔ اس کی پشت پر اُس وقت سعودی عرب بھی تھا۔ چنانچہ اسرائیلی جہازوں کو مزید پٹرول سعودی عرب کی فضا میں فراہم کیا گیا تھا۔ بہرحال امریکہ اور اقوام متحدہ ہم پر پابندیاں لگائیں گے۔ سختی آئے گی' غربت آئے گی اور فاقے بھی آ سکتے ہیں' لیکن

کوئی قوم اِن سختیوں سے گزر کر ہی دنیا میں سر اونچا کر کے رہ سکتی ہے' ورنہ ہمیں بھارت کے سامنے سر جھکانا پڑے گا۔

بھارت کی جانب سے محبت کی پینگیں!

اس ضمن میں خاص طور پر ایک نکتہ اور جان لیجیے کہ بھارت کی طرف سے پچھلے دو تین سالوں سے جو باتیں سننے کو مل رہی ہیں اس سے قبل کے پچاس سالوں میں وہ باتیں کبھی سننے میں نہیں آئیں۔ کیا کبھی کسی نے کہا تھا کہ یہ لکیر (باؤنڈری) اٹھا دینی چاہیے؟ یا کسی نے کہا تھا کہ کنفیڈریشن بن جانی چاہیے؟ لیکن اب ان کے حوصلے بڑھ رہے ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ پاکستان اب بین الاقوامی حالات کے شکنجے میں آ چکا ہے' پاکستان کے خاتمے کا امکان موجود ہے۔ لہٰذا ان کا اب آخری ہتھیار آ رہا ہے کہ دشمن کو گُڑ دے کر مارو۔ اب وہ محبت کے راگ الاپ رہے ہیں کہ ہم تو ایک تھے' ہمیں تو انگریزوں نے لڑوایا تھا' لہٰذا ہمیں پھر سے ایک ہو جانا چاہیے۔ مشرقی پنجاب کا سکھ وزیر اعلیٰ یہاں آ کر یہ کہہ گیا ہے کہ پاکستانی پنجاب کو بھارتی پنجاب سے مل جانا چاہیے' ہماری بولی ایک ہی ہے' صرف رسم الخط کا فرق ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ پاکستان اس پنجاب سے دستبردار ہو جائے اور اسے اپنے ملک سے کاٹ کر اور مشرقی پنجاب سے جوڑ کر ایک ملک بنا دے۔ سوچیے یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ سونیا گاندھی نے صاف کہا تھا ہم پاکستان کو تمدنی اور ثقافتی لحاظ سے تو فتح کر ہی چکے ہیں۔ کراچی میں ویڈیوز کی دکانیں جا کر دیکھ لیں' وہ انڈین فلموں کی ویڈیوز سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ ان کی ثقافتی فتح ہے۔ اب صحافیوں کے طائفے آ رہے ہیں' پارلیمنٹ کے ممبران کے طائفے اور وفود آ رہے ہیں' دانشور چلے آ رہے ہیں۔ یہ سب محبت کا راگ الاپتے ہوئے آ رہے ہیں۔

ہم مانتے ہیں محبت بڑی اچھی چیز ہے اور محبت کا جواب محبت سے دیا جانا چاہیے' لیکن بحالاتِ موجودہ یہ محبت ہمارے لیے خودکشی کا ذریعہ ہے۔ ہماری مثبت بنیاد اور وجۂ جواز تو پہلے ختم ہو چکی ہے' ایک دوسری منفی بنیاد ہندو کا خوف تھی' اگر وہ بھی ختم ہو جائے تو پھر پاکستان کی بقا کے لیے تو کوئی بنیاد بھی باقی نہیں رہے گی! اسے تو پھر بھارت کھینچ کر

لے جائے گا۔ بھارت بہت بڑا ملک ہے‘اس کے وسائل بہت زیادہ ہیں‘اگرچہ اس کے مسائل بھی ہم سے دس گنا زیادہ ہیں‘لیکن اس نے ایک ایسا دستوری نظام بنایا ہوا ہے کہ وہاں آج تک مارشل لاءنہیں لگا۔ایک سال کے لیے ایمرجنسی لگی تھی اور وہ بھی دستور کے اندر تھی۔ ہندوستان میں آج تک کوئی ایک قدم بھی بالائے دستور نہیں اٹھایا گیا۔تو اُس کا دستوری نظام بہت مستحکم ہے۔انہوں نے پہلے دن سے ہی جاگیرداری ختم کر دی تھی‘چنانچہ وہاں کی سیاست عوام کے ہاتھ میں ہے‘وہاں کوئی جاگیردار نہیں ہے۔انہوں نے ریاستیں ختم کیں اور جاگیردار ختم کیے۔اب وہاں عوام کی طاقت ہے۔اس حوالے سے اِس وقت پاکستان کے لیے ہندوستان کی محبت کے نغمے ’’kiss of death‘‘ یا ’’embrace of death‘‘ کے مترادف ہیں۔

ہندوؤں کے بارے میں مشہور ہے(معلوم نہیں وہ مائیتھالوجی ہے یا حقیقت) کہ وہ یہودیوں کی طرح اپنے دشمن کو زیر کرنے کے لیے خوبصورت عورتوں کا سہارا لیتے ہیں۔لیکن ان کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ خوبصورت دوشیزاؤں کو سنکھیا دیتے ہیں اور تھوڑا تھوڑا کر کے اس کی مقدار کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں جس سے ان کے اندر مزاحمت کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ زہر اُن کے لیے مہلک نہیں رہتا‘لیکن اس طرح اُن کا خون زہر کا بہتا ہوا دریا بن جاتا ہے۔تو جو بھی اُن دوشیزاؤں سے اختلاط کرتا ہے زہر اُسے ہلاک کر دیتا ہے۔ان دوشیزاؤں کو وہ ’’وِش کَنیائیں‘‘ کہتے ہیں‘یعنی زہریلی دوشیزائیں۔ یہودی بھی مسلمان نوجوانوں کو خوبصورت جوان لڑکیاں پیش کر کے انہیں اُن کے دامِ محبت میں گرفتار کر لیتے ہیں اور ان کے ذریعے سے اپنے مقاصد پورے کرتے ہیں۔شاہ فیصل کو شہید کرنے والا ان کا اپنا بھتیجا تھا جو ایک یہودی لڑکی کے دامِ محبت میں گرفتار تھا اور وہ یہودی لڑکی اس کے سر پر سوار تھی۔ میں نے اس کا فوٹو دیکھا ہے کہ وہ لڑکی اس کے کندھے پر سوار ہے۔ چنانچہ اس وقت بھارت کی محبت کا معاملہ پاکستان کے حق میں انتہائی خطرناک ہے۔ ہاں‘اگر ہم نے یہاں اسلام نافذ کیا ہوتا تو محبت کے علمبردار سب سے بڑھ کر ہم ہوتے اور ہم ایک پیغامِ ہدایت لے کر ان کے پاس جاتے۔اور سلامتی و اسلام کا

پیغام لے کر جانے والے مخلص ہونے چاہئیں‘ لوگوں کے ہمدرد اور اُن سے محبت کرنے والے ہونے چاہئیں کہ وہ ہم سے نفرت کریں اور ہم محبت کریں‘ وہ پتھر ماریں اور ہم پھول پیش کریں۔ محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام ﷡ کا یہی رویّہ تھا۔ اگر ہم نے پاکستان کی تعمیر اُس کی نظریاتی بنیادوں پر کی ہوتی تو محبت کے پیغام بر بن کر ہم جاتے‘ لیکن اب‘ جبکہ ہماری کوئی بنیاد ہی نہیں ہے‘ تو وہ محبت تو ہمیں کھینچ کر لے جائے گی۔

حاصلِ کلام

بہرحال جیسا کہ میں نے عرض کیا‘ توبہ کے ذریعے سے نجات کی راہ کھلی ہے۔ لہٰذا حکومت کی سطح پر توبہ کا آغاز ہو جائے اور انفرادی سطح پر توبہ کی جائے اور اللہ کی رحمت کو پکارا جائے۔ اگر یہ ہو جائے تو ہمیں بھی مہلت مل جائے گی‘ جیسے قومِ یونسؑ کو عذابِ استیصال کے بادل چھا جانے کے باوجود مہلت دے دی گئی تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا معاملہ انبیاء و رُسل کی تاریخ میں ایک استثناء ہے۔ سورۂ یونس کی آیت ۹۸ میں فرمایا گیا: ﴿فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَا﴾ ”کیوں نہ ہوئی کوئی ایسی بستی جو ایمان لے آتی تو اسے اس کا ایمان نفع دیتا؟“ مراد یہ ہے کہ جب اللہ کے عذاب کے آثار شروع ہو جائیں تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے‘ پھر توبہ کام نہیں آتی‘ بلکہ عذابِ الٰہی آ کر رہتا ہے۔ آگے فرمایا: ﴿اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ﴾ ”سوائے قوم یونس کے“۔ یہ مہلت قومِ نوح‘ قومِ لوط‘ قومِ صالح وغیرہم کو نہیں ملی‘ صرف قومِ یونسؑ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے کفر اور عناد سے مشتعل ہو کر قبل از وقت قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے‘ جبکہ ابھی اللہ کی اجازت نہیں آئی تھی۔ اُن کے جانے کے بعد جب عذابِ الٰہی کے آثار شروع ہوئے تو قوم سمجھ گئی کہ یونسؑ جو کہتے تھے ٹھیک کہتے تھے۔ لہٰذا وہ اپنی آبادی سے نکل کر جنگل میں جمع ہو گئے اور چیخ چیخ کر اللہ سے توبہ کی کہ اے اللہ! ہم تیرے نبی یونسؑ کے راستے پر واپس پلٹ آئے ہیں‘ ہمیں ایک مہلت دے دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی: ﴿لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا

عَنۡهُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡیِ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰی حِیۡنٍ﴿۹۸﴾ ''جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیا کے اندر عذابِ رسوائی کو اُن سے دُور کر دیا اور انہیں ایک مہلتِ مزید عطا کر دی۔''

دیکھئے یہ واقعہ کیوں ہوا تھا؟ اسے جان لیجئے! رسول اور قوم کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ رسول اپنی قوم کو اللہ کی اجازت کے بغیر چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ لیکن حضرت یونس علیہ السلام سے یہ خطا ہوگئی کہ وہ اپنی قوم کو اُن کی نانہجاری کی وجہ سے غصے میں آ کر چھوڑ کر چلے گئے۔ لہٰذا یہ debit اس قوم کے حق میں credit ہو گیا۔ جیسے جدید اکاؤنٹنگ کا ایک اصول ہے:

"For every credit entry there should be a corresponding debit entry."

تو وہ چونکہ حضرت یونس علیہ السلام کا debit تھا اس لیے ان کو سزا ملی کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں گئے۔ وہاں انہوں نے دعا کی کہ: ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ اِنِّیۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ﴿۸۷﴾﴾ (الانبیاء) ''(اے اللہ!) نہیں کوئی معبود سوائے تیرے، تو پاک ہے، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے ہوں''۔ پھر اللہ نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور انہیں صحت دی اور دوبارہ اپنی قوم کی طرف بھیجا۔ تو ان کا ڈیبٹ قوم کے حق میں کریڈٹ ہو گیا کہ عذاب کے آثار شروع ہونے کے بعد بھی اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ مجھے یہ امید ہے کہ اگر پاکستانی اب بھی تمام شرائط کے مطابق توبہ کریں تو عذابِ الٰہی ٹل سکتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو اپنی اصل منزل کی طرف گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے جس کے لیے پاکستان قائم کیا گیا تھا اور اس مقصد کی طرف پیش قدمی کا عزم عطا فرمائے جو علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح نے بیان کیا تھا اور جس کے لیے مسلم عوام اور مسلمانوں کے علماء و مشائخ نے ساتھ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ بھولا ہوا سبق یاد دلائے اور اس کی طرف پیش قدمی کی مہلت اور ہمت دے! اس ضمن میں سورۃ آلِ عمران کی آیت ۱۶۰ ذہن میں رکھئے: ﴿اِنۡ یَّنۡصُرۡكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمۡ ۚ﴾ ''(دیکھو مسلمانو!) اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا''۔ میں پھر کہہ

رہا ہوں کہ امریکہ کیا امریکہ کا باپ بھی غالب نہیں آ سکتا۔ لیکن آگے فرمایا: ﴿وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِهٖ ط﴾ ''لیکن اگر اللہ ہی تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اُس کے بعد تمہاری مدد کر سکے گا؟''

پھر اگر اللہ کے فضل و کرم سے حکومتی اور عوامی دونوں سطحوں پر ''توبہ'' کا یہ عمل خلوصِ قلب کے ساتھ شروع ہو جائے تو امیدِ واثق ہے کہ مشیّتِ الٰہی اور حکمتِ خداوندی میں جو رول عالمی غلبۂ دین کے سلسلے میں تفویض کیا گیا تھا اس کی جانب پیش قدمی شروع ہو جائے گی۔ پاکستان میں نظامِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو گا جس میں لامحالہ افغانستان بھی شامل ہو جائے گا' اس لیے کہ افغانوں کے بارے میں جو حکم ابلیس نے اپنے کارندوں کو دیا تھا — یعنی: ''افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج — مُلاّ کو اُن کے کوہ و دَمن سے نکال دو!'' اس پر عمل نہ آسمان سے برسنے والے ڈیزی کٹر بموں سے ہو سکا ہے نہ زمینی تاخت و تاراج سے!

پھر جب ایک جانب ہم بھارت کی جانب اسلام کے سیاسی' معاشی اور معاشرتی نظامِ عدل و قسط کے ذریعے' اور خلوص و محبت کے جذبات کے ساتھ بڑھیں گے تو ایک جانب' اِن شاء اللہ العزیز' شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی پیشین گوئی کے مطابق ہندوستان کے اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی اکثریت اسلام قبول کر لے گی۔ اور دوسری جانب جب سرزمین عرب میں حضرت مہدی سلامٌ علیہ کا ظہور ہو گا تو ہماری فوجیں اُن کی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے جائیں گی — بقول علامہ اقبالؔ ۔

خضرِ وقت از خلوتِ دشتِ حجاز آید بروں
کارواں زیں وادئ دُور و دراز آید بروں

یعنی جب وقت کے مجدد کا ظہور دشتِ حجاز میں ہو گا تو امدادی قافلہ (یعنی فوجیں) اس دُور دراز کی وادی یعنی وادئ سندھ سے جائیں گی (واضح رہے کہ وادئ سندھ میں موجودہ پورے پاکستان پر مستزاد کوہِ ہندوکش کی مشرقی ڈھلوانوں تک کا پورا علاقہ شامل ہے' اس لیے کہ وہاں کے سارے دریا بھی دریائے سندھ ہی میں شامل ہوتے

ہیں!) —— اور جب حق و باطل کے آخری معرکے یعنی مسیح الدجال کی قیادت میں یہودی کھلی جنگ کے لیے عالمِ اسلام پر حملہ آور ہوں گے اور مسلمانوں پر اللہ کی رحمت کے مظہر اور اُن کے مددگار حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تب بھی خراسان کے علاقے سے فوجیں جائیں گی جو اُن کے ساتھ جنگ میں حصہ لیں گی اور حضرت مسیحؑ بنفسِ نفیس دجّال کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد عیسائیت اسلام میں مدغم ہو جائے گی اور یہودیوں کی ایک قدرِ قلیل تعداد کے علاوہ جو حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے' باقی ان کی عظیم اکثریت قوم نوحؑ' قومِ ھودؑ' قومِ صالحؑ وغیرہ کے مانند ہلاک کر دی جائے گی —— اور یہودیوں کا عارضی عظیم تر اسرائیل ان کے مستقل عظیم تر قبرستان کی شکل اختیار کر لے گا —— اور پھر نبی اکرم ﷺ کی پیشینگوئیوں کے مطابق نظامِ خلافت علیٰ منہاج نبوت پورے عالم ارضی پر قائم ہو جائے گا۔

لیکن اگر پاکستان میں حکومتی اور عوامی دونوں سطحوں پر ''توبہ'' کے تقاضے پورے نہ ہوئے تو یہ بارگاہِ الٰہی سے مخذول اور مردود ہو جائے گا —— اور اللہ وہی کرامات جو پاکستان کو عطا کی گئی تھیں' کسی اور ملک یا قوم کو عطا کر کے ان کے ذریعے اپنا اوپر بیان کردہ ایجنڈا مکمل کروالے گا —— گویا جو پیشگی وارننگ اہلِ عرب کو سورۂ محمد ﷺ میں دی گئی تھی' یعنی: ''اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ'' —— ''اگر تم (ہمارے عائد کردہ فرائض سے) روگردانی کرو گے تو اللہ تمہیں ہٹا کر کسی اور قوم کو لے آئے گا'' —— اور پاکستان یا حصے بخرے ہو کر رہ جائے گا —— یا بھارت کے سامنے الفاظِ قرآنی: ''يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ'' (التوبۃ: ۲۹) کا مصداق بن جائے گا۔ اعاذنا اللہ من ذٰلک!

میرا اوڑھنا بچھونا قرآن ہے۔ میری سوچ' میرے تجزیوں اور مستقبل کے جائزوں کی بنیاد صرف کتاب اللہ اور احادیثِ رسول ﷺ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میری مساعی کو بھی شرفِ قبول عطا فرمائے اور ہماری حکومت اور عوام کو بھی خالص توبہ (توبةُ النَّصُوح) کی توفیق عطا فرمائے! آمین یاربّ العالمین!

بارك الله لی ولکم فی القرآن العظیم ونفعنی وایاکم بالآیات والذکر الحکیم

The Last Crusade

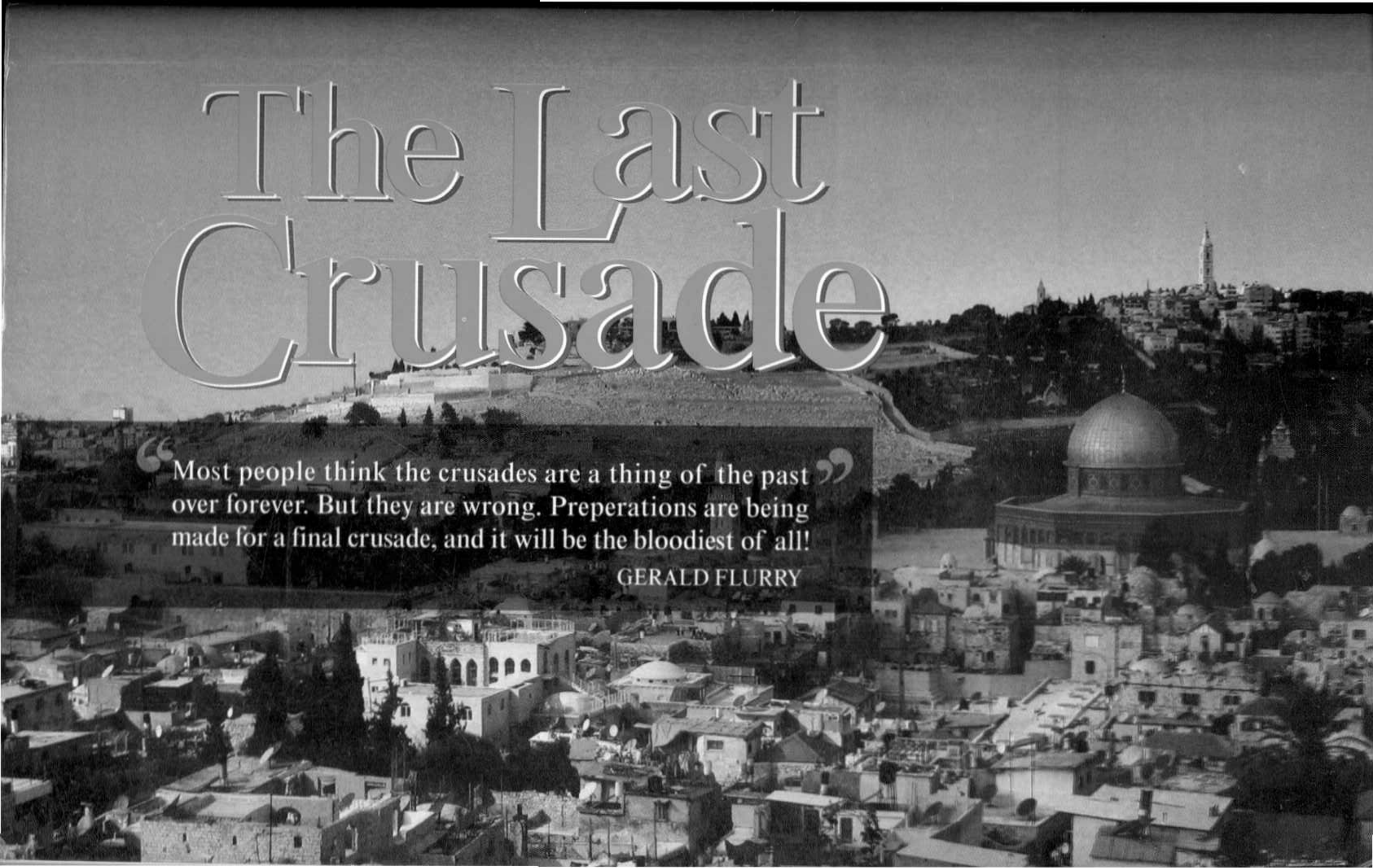

"Most people think the crusades are a thing of the past over forever. But they are wrong. Preperations are being made for a final crusade, and it will be the bloodiest of all!"

GERALD FLURRY